اردو تحریر تلفظ اور قواعد

(حاجی) ماسٹر محمد یاسین سنبھلی برکاتی

ناشر
(حاجی) ماسٹر محمد یاسین سنبھلی برکاتی

اورنگ زیب قاسمی

اردو

تحریر، تلفظ اور قواعد

از

الحاج ماسٹر محمد یامین سنبھلی برکاتی

نام کتاب : اردو تحریر تلفظ اور قواعد
مصنف : الحاج ماسٹر محمد یامین سنبھلی برکاتی
اشاعت : ۲۰۱۴ء
تعداد اشاعت : ۱۰۰۰
قیمت : ۱۵۰ روپیہ
کمپیوٹر کمپوزنگ : (اعظم علی) ہیپی کمپیوٹر گرافکس شنکر کالج مارکیٹ سنبھل
طابع : البرکات پرنٹنگ ایجنسی دہلی ۶
ناشر : الحاج ماسٹر محمد یامین سنبھلی برکاتی

☆ ملنے کے پتہ ☆

۱۔ مفتی نثار احمد صاحب۔ دار العلوم محمدیہ لال مسجد حسن پور ضلع امروہہ
۲۔ محمد اختر صدیقی عرف عادل، الحاج علی حسین منزل محلہ نخاسہ، حسینی روڈ، سنبھل
۳۔ الحاج نعیم کاج سینٹر عباسی مارکیٹ سنبھل
۴۔ ڈاکٹر محمد ارشد پروفیسر مسلم حلیم ڈگری کالج کانپور
۵۔ شفیق الرحمٰن شفیق برکاتی الائٹ جونیر ہائی اسکول سرائے ترین
۶۔ ڈاکٹر فہیم اختر نورانی مسجد چودھری سرائے سنبھل
۷۔ اشرفی کتاب گھر بازار نخاسہ سنبھل

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Urdu Tehreer, Taluffuz aur Qawaid
By Alhaj Master Mohd. Yameen Sambhali Barkati
Alhaj Ali Husain Manzil Husaini Road Nakhasa Sambhal 244302
Price : Rs. 150/-
Mob: 9368839980

انتساب

ممتا کا پیکر مجسمۂ شفقت اور سراپا محبت والدہ محترمہ مجیدا بیگم صاحبہ مرحومہ

نیز

پسر زادے محمد ظفر عادل سلمہ، محمد حسان سلمہ، محمد ثاقب نعیم سلمہ

اور محمد مناقب نعیم سلمہ

اور

پسر زادی ادیبہ اختر اور ہزاروں محبانِ اردو جو اردو پڑھنے کے

ساتھ اپنی تحریر کو خوشخط بنانا چاہتے ہیں

کے نام

فہرست مضامین

باب سوم قواعد

تمہید

'سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے'

ہماری زبان اردو صوفیائے کرام کی خانقاہوں میں پلی۔ اس کو شہنشاہوں کی سرپرستی حاصل رہی اور عوام الناس کی محبت سے سیراب رہی۔ اسی لئے یہ مٹانے سے بھی نہ مٹ سکی اور نہ مٹ سکے گی۔ اس کے مٹانے والے ہی مٹ گئے اور مٹ جائیں گے۔

آج کا دور اردو دشمنی کا ہے۔ آج اپنے پرائے سبھی اردو کے دشمن بنے ہوئے ہیں۔ اپنوں کے نام پر سب چونکتے ہیں۔ اور چونکنا بھی چاہیے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اردو اپنوں کی دشمنی کا ہی شکار ہے حقیقت ہمیشہ تلخ ہوتی ہے۔ مگر حقیقت کو جاننا بھی ضروری ہے۔ غیروں کا شکوہ نہیں کیونکہ ان سے وفا کی امید ہی نہیں۔ ایک کہاوت ہے "اپنا مارے چھاؤں میں ڈالے۔ غیر مارے دھوپ میں ڈالے" لیکن آج یہ کہاوت الٹی ہوگئی اب رونا غیروں کا نہیں بلکہ اپنوں کا ہے۔ شکایت غیروں سے نہیں ہوتی بلکہ اپنوں سے ہوتی ہے۔ مجھے بھی اپنوں سے ہی شکایت ہے۔ آخر یہ شکایت کیوں؟ اس کا بتانا بھی ضروری ہے تا کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اردو مخالف عمل کو چھوڑ کر اردو کے محب اور حامی بن جائیں۔

اپنے کس طرح دشمن ہیں؟ اس سلسلے میں میرے مشاہدے میں مندرجہ ذیل باتیں آئی ہیں۔ آج وہ لوگ جو اردو کے حامی بنے ہوئے ہیں۔ اردو کے علمبردار کہلاتے ہیں ان کا ہی عمل اردو مخالف ہے مثال کیلئے اتنا کہنا ضروری ہے کہ ان کے بچے ایسے اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں جہاں اردو دشمنی کے تحت اردو کی تعلیم بھی ممنوع ہے اگر ان اردو کے نام نہاد علمبرداروں سے دریافت کریں کہ حضرت ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ تو ان کا جواب ہوتا ہے اردو اسکولوں کا معیارِ تعلیم بہت گرا ہوا ہے ایسے اسکولوں کے تعلیم یافتہ بچوں کا کہیں داخلہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے۔ ایسے اسکولوں میں نہ تو استاد ٹرینڈ اور قابل ہوتے ہیں نہ ہی ان میں جدید معاون اشیاء ہی ہیں۔ اس لئے ان کا معیار بہت گھٹیا ہے وغیرہ وغیرہ کہہ کر اردو میڈیم اسکولوں کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن انہیں کون سمجھائے؟ کہ مسلم طبقے کی کریم اس غلط سوچ کی وجہ سے اردو مخالف اسکولوں میں چلی جاتی ہے دولت بھی ان کے پاس اور ذہن بھی۔ لہٰذا اردو میڈیم اسکولوں میں آتا ہے سپریٹا۔ جن کے پاس نہ دولت ہوتی ہے اور نہ ذہن۔ لہٰذا کریم سے محروم ان اسکولوں کا معیار یقیناً گرا ہوا ہوگا۔ یہ اسکول غریب بچوں سے اونچی فیس نہیں لے سکتے کیونکہ کم فیس کی وجہ سے ہی بچے ان اسکولوں میں آتے ہیں۔ فیس جتنی زیادہ ہوگی۔ اتنی ہی اسکول کی

آمدنی زیادہ ہوگی۔ زیادہ آمدنی کی وجہ سے قابل اور ٹرینڈ استاد رکھے جائیں گے۔ ان میں جدید معاون اشیاء بھی فراہم ہوں گی۔ بچوں کی مالی حالت کو دیکھ کر ہی ان کی ڈریس متعین کی جاتی ہے۔ جس میں بچہ اسمارٹ لگتا ہے۔ بلڈنگ بھی اچھی ہوتی ہے۔ مگر ہمارا دولت مند طبقہ اپنی دولت سے اغیار کو فائدہ پہنچا رہا ہے ان اسکولوں کے کرتا دھرتا ہمارے بچوں کا داخلہ بھی کرنے کو تیار نہیں۔ داخلے کیلئے ہم خوشامدیں کرتے ہیں۔ اور منھ مانگی ڈونیشن دیکر اپنے بچوں کا داخلہ کرا کر فخر محسوس کرتے ہیں۔ ذرا بھی غیرت ہو تو اپنی اس دولت سے اپنے ادارے قائم کریں اور اپنے ہونہار ذہین بچوں کو ان اداروں میں تعلیم دلائیں۔ تو ہمارے ادارے ان سے کسی بھی حالت میں کمتر نہیں ہوں گے بلکہ مجھے یقین ہے کہ ان سے بہتر ہی ہوں گے آج سرمایہ داروں کی اس ناسمجھی اور کوتاہ نگاہی کی وجہ سے ہمارے ادارے کسمپرسی کی حالت میں اپنا نہیں بلکہ اپنی قوم کے سرمایہ داروں پر نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔

خوش قسمتی سے گذشتہ صوبائی حکومتوں نے اردو کی تعلیم پر کچھ دھیان دیا اور ہر پرائمری اور جونیر ہائی اسکولوں میں ایک ایک اردو ٹیچر کا تقرر کیا۔ مگر بدقسمتی سے زیادہ تر ایسے اساتذہ کا تقرر ہوا جو اردو پڑھانا کسر شان سمجھتے ہیں ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو خود اردو نہیں جانتے۔ ایسی

حالت میں حکومت کا احسان تو ہوا مگر اردو جہاں تھی وہیں رہی۔

ہمارے ماہرین تعلیم نے نصاب اردو کے لئے جو کتابیں منتخب کی ہیں۔ ان میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ ان میں املے کی بھی غلطیاں ہیں۔ اور الفاظ بھی چھوٹے ہوتے ہیں۔ اب وہ اساتذہ جو اردو کی لیاقت نہیں رکھتے۔ اپنے اونچے رسوخ نیز پہنچ یا رشوت کی بدولت ملازمت حاصل کر کے زندگی کے عیش لے رہے ہیں۔ وہ ان غلطیوں کو کیسے سدھاریں؟ ایسے اساتذہ پر افسوس ہوتا ہے جو اردو کے نام پر روزی تو کمار ہے ہیں۔ لیکن اردو کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ یہ نقصان پہنچانا ہی ہے جو اردو پڑھانا کسرِ شان سمجھیں۔

۲۰۰۷ء میں میں نے فریضہ حج ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ اللہ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے میرے ارادہ کو پورا بھی کرا دیا۔ یعنی حج بیت اللہ ادا کرا دیا۔ اس کے لئے فارم بھرا۔ فارموں کی وصولیابی کی رسید اور کور نمبر کا خط موصول ہوا۔ اس خط میں حج کمیٹی کی مہر ہندی میں تھی اور اس میں ٹھیٹھ ہندی کے الفاظ استعمال ہوئے تھے دیکھ کر خون کے آنسو آنکھ میں آ گئے۔ حج کمیٹی جو خالص مسلم ادارہ ہے۔ اس میں کام کرنے والے حضرات بھی مسلمان ہیں۔ اور فارم بھرنے والے بھی مسلمان۔ لیکن مہر ہندی میں اور الفاظ بھی ہندی کے وہ خط میرے پاس محفوظ ہے۔ مکہ شریف میں میں نے

حج کمیٹی کے اراکین سے شکایت بھی کی تو انہوں نے یہ کہہ کر کپڑے جھاڑ لئے کہ گاؤں دیہات کے رہنے والے اردو نہیں جانتے وہ ہندی پڑھتے ہیں اس لئے مہر ہندی میں بنوائی ہے۔ جب ایسے اداروں اور اس میں کام کرنے والے ہندی کا استعمال کرتے ہیں تو اردو کا استعمال کون کرے گا۔ اور اردو کی ترقی کیسے ہوسکتی ہے؟

اب میں اصل موضوع پر آتا ہوں ایک دن میرے محسن الحاج ماسٹر بختاور اللہ صاحب نے بڑے دکھ بھرے لہجہ میں فرمایا "یامین صاحب اردو کے لئے کچھ کرو۔ اردو پڑھانے اور پڑھنے والے اردو لکھنا بھی نہیں جانتے"۔

یہ ان کا فرمان تھا۔ مگر میرے دل کی آواز تھی۔ میں نے بہت دنوں تک غور کیا کہ اپنے محسن کے حکم کو کیسے پورا کروں۔ ادھر میں اپنے افسانوی مجموعوں کی طباعت کے سلسلے میں عدیم الفرصت تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دونوں مجموعے بعنوان "خزاں کے پھول" اور "گلشن" زیور طباعت سے مزین ہوکر منظر عام پر آچکے ہیں۔ مگر ذہن میں محسن کے حکم کی تعمیل کی فکر تھی۔ اس لئے ہمت کر کے ایک دن قلم اٹھا ہی لیا۔ کہ اس سلسلے میں اپنے محسن جناب محمد راشد صاحب سابق پرنسپل ہند انٹر کالج مرحوم کا بے حد مشکور ہوں۔ جنہوں نے مسلسل علالت کے باوجود قدم قدم پر اپنے مفید

مشوروں سے نوازا۔ حضرت مولانا الحاج نفیس اختر صاحب قائد سنبھل اور حضرت مولانا الحاج قاری محمد راشد علی صاحب پرنسپل مدرسہ ضیاء العلوم سرائے ترین، سنبھل کا میں ممنون و مشکور ہوں کہ ان حضرات کے تعاون کے بغیر تلفظ والا باب نا مکمل ہی رہتا۔ عزیزم ڈاکٹر محمد ارشد علیگ اسسٹینٹ پروفیسر حلیم مسلم ڈگری کالج کانپور اور ڈاکٹر رضا الرحمٰن عاکف، نور چشم محمد اختر صدیقی عرف عادل، نور چشم الحاج محمد نعیم، عزیزم شفیق الرحمٰن شفیق، ڈاکٹر فہیم اختر، انجینئر فرقان سنبھلی، عزیزم محمد اویس، عزیزم ڈاکٹر ریاض الاسلام کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کے سلسلہ میں میری قدم قدم پر مدد کی۔

میرا میدان فکشن ہے۔ اس میدان میں پہلی بار قدم رکھا ہے۔ اس لئے غلطیوں اور خامیوں کا ہونا یقینی ہے۔ قارئین حضرات سے استدعا ہے کہ اپنی رائے سے نوازیں۔

مصنف

الحاج ماسٹر محمد یامین سنبھلی برکاتی

اردو لسانیات کا ایک نیا اور اہم نام

ماسٹر الحاج محمد یامین سنبھلی برکاتی

اردو اور اردو والوں کے حوالے سے یہ دور جس قدر صبر آزما، دشوار کن اور فکر انگیز ہے۔ شاید ہی اس سے پہلے کوئی عہد اتنا تشوشناک رہا ہو۔ اس وقت جہاں اردو کے پڑھنے، لکھنے اور سمجھنے والے کم سے کمتر ہوتے جا رہے ہیں۔ وہیں اردو کی فکر کرنے والوں کی تعداد تو عنقا ہو کر رہ گئی ہے۔ آج کے عجلت طلب اور تسہل پسند عہد میں جبکہ ہر کوئی خوشامد اور چاپلوسی کے ذریعے سستی شہرت حاصل کر کے جاہ و منصب کا طالب اور زر و دولت کا مالک بن جانے کا خواہشمند رہا کرتا ہے۔ ایسے دورِ میں بھلا زبان و ادب کی باریکیوں کی جانب نظر ڈالنے کی فرصت ہی کسے ہے؟ آج ہمارے یہاں زبان و ادب کی دلچسپی محض شاعری یا فکشن تک ہی سمٹ کر رہ گئی ہے۔ تحقیق و تنقید اور لسانیات کی سدھ بدھ رکھتا ہی کون ہے؟ عوام تو عوام اس وقت تو خواص بھی زبان کی باریکیوں اور اس کے لسانی و فنی نکات کی جانب توجہ دینا ضروری نہیں سمجھتے نتیجۂ ہمارے یہاں تحریر و تلفظ کے سلسلے میں اغلاط کا عام ہو جانا ایک معمولی سی بات ہو کر رہ گئی

ہے۔ پھر اگر اس تشویش ناک دور میں کوئی مجاہدِ اردو میدانِ کارزار میں اپنا وجود درج کرانا بھی چاہتا ہے تو اردو حلقوں کی جانب سے اس کی ستائش و پذیرائی تو کجا۔ بلکہ غیر مناسب الزامات اور بے جا تنقیص کے ذریعے اردو والے خود اس کی ذات اور عمل دونوں کو ہی معتوب و مقہور بنا دیتے ہیں کیونکہ عیب جوئی اور حوصلہ شکنی اب ہم لوگوں کا شعار جو بن گیا ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ اس گئے گذرے وقت میں بھی ماسٹر محمد یامینؔ سنبھلی جیسی شخصیات ہمارے درمیان موجود ہیں۔ جنہوں نے ''خزاں کے پھول'' اور ''گھٹن'' جیسی عظیم الشان تخلیقات اردو والوں کو عطا کر کے جہاں ایک طرف بہترین افسانہ نویس ہونے کا ثبوت فراہم کیا وہیں اب وہ ''اردو تحریر، تلفظ اور قواعد'' پیش کر کے اردو کے لسانی ادب میں گراں قدر اضافہ کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب آپ کے اردو سے والہانہ عشق ہونے کا ثبوت ہے۔ جس میں زبان کی باریکیاں بیان کرتے ہوئے۔ اس کے تحریر و تلفظ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ساتھ ہی قواعد اردو کی بھی اس میں مکمل و مبسوط معلومات فراہم کی گئی ہیں اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کتاب جہاں ایک طرف ماسٹر محمد یامینؔ صاحب کی اردو دوستی کی غماز ہے وہیں ان کی جانب سے

اردو والوں کے لئے یہ ایک عظیم تحفہ بھی ہے۔ جس سے عوام وخواص خاطر خواہ استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

اردو ادب کے اس گوشے پر بہت ہی نمایاں وگراں قدر خدمات انجام دینے کی وجہ سے بابائے اردو مولوی عبدالحق۔ محی الدین قادری زور ،ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ ، پروفیسر عبدالستار، رشید حسن خاں وتاتریہ کیفی، سید وحید الدین سلیم ، ہمت رائے شرما، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، پروفیسر گیان چند جین، پروفیسر گوپی چند نارنگ وغیرہ کے نام بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ نہایت خوشی کی بات ہے کہ ماسٹر محمد یامین صاحب نے زیر نظر کتاب ترتیب دے کر اس زمرے میں ہمارے شہر سنبھل کی نمائندگی کا فرض ادا کیا ہے۔

کتاب پر ایک نظر ڈالنے کے بعد راقم السطور اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اگر چہ جزوی اعتبار سے کتاب کے مندرجات سے کہیں کہیں اختلاف کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ مگر بحیثیت مجموعی ماسٹر محمد یامین کی یہ تصنیف ہر ایک اعتبار سے لائق استفادہ اور قابل ستائش ہے اللہ تعالیٰ موصوف کو آئندہ بھی اردو ادب کی خدمت کرنے کی توفیق واستطاعت عطا فرمائے۔ آمین۔

امید ہی نہیں بلکہ یقین قوی ہے کہ ''خزاں کے پھول'' اور

''گلشن'' کی طرح اس کتاب کو بھی اردو والوں کی جانب سے خاطر خواہ پذیرائی حاصل ہوگی۔ اور صاحبِ کتاب کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

ڈاکٹر رضارالرحمٰن عاکف سنبھلی
اردو لیکچرر مہاتما گاندھی میموریل
پی۔جی کالج، سنبھل

یامین سنبھلی کی "اردو تحریر و تلفظ اور قواعد"

کامیاب کوشش

اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ سنبھل ماضی میں علم و ہنر کا مرکز تھا۔ یہ وہی زمین ہے جس پر شاہ حاتم سنبھلی ملا عبد القادر بدایونی اور ابو الفضل و فیضی جیسے ماہرین علوم نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ دور اکبری کے بعد بھی سنبھل میں علمی سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں اور سنبھل کو امتیاز بھی حاصل رہا۔ پھر تاریخ نے ایسا وقت بھی دکھایا کہ سنبھل تعلیم کے شعبے میں بے حد پسماندہ شہر کہلانے لگا۔ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ایک مرتبہ پھر سنبھل میں علم و ہنر کی شمع کو روشن کر دیا اب روز بروز نئے تعلیمی ادارے کھلنے کا سلسلہ جاری ہے۔ صبح کو چھوٹے چھوٹے بچے بہت بڑی تعداد میں سج دھج کر اسکول جاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو وقت کے بدلنے کا احساس خود بہ خود ہونے لگتا ہے۔

شہر میں ادبی سرگرمیاں بھی ہمیشہ سے جاری رہی ہیں۔ اور یہاں ایک سے بڑھ کر ایک شاعر و ادیب ہوئے ہیں جنہوں نے اردو ادب میں اپنی موجودگی کا احساس کرایا ہے۔ انہی کے درمیان محمد یامین سنبھلی کا نام بھی آتا ہے جو کہ افسانہ نگاری کے فن میں کارہائے نمایاں انجام دے

رہے ہیں۔انکے بہت سے افسانے روزنامہ راشٹریہ سہارا وغیرہ میں شائع ہو کر مقبول عام ہوئے ہیں تو افسانوی مجموعہ ''خزاں کے پھول'' اور ''گلشن'' بھی پسند کیا گیا ہے۔محمد یامین سنبھلی استاد کے عہدے سے سبکدوش ہوئے ہیں۔ایک مقبول اور کامیاب استاد کبھی رٹائر نہیں ہوتا۔یہ بات محمد یامین صاحب پر صادق آتی ہے کیونکہ وہ اب بھی ایک دیگر طریقے سے استادی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔''اردو تحریر وتلفظ اور قواعد'' انکی انہی کوششوں کا نتیجہ ہے۔یہ انکی اردو دوستی ہی ہے کہ وہ اب اپنی تمام تر توانائی اردو زبان وادب کی خدمت میں صرف کرر ہے ہیں۔

دنیا میں سیکھنے اور سکھانے کا عمل اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ انسان کی پیدائش۔انسان تو انسان حیوان بھی اپنے بچوں کو ماحول سے مطابقت کرنا سکھاتے ہیں۔اور یہ عمل وقت کے ساتھ ساتھ مختلف رسمی اور غیر رسمی مراحل اور تبدیلیوں سے ہو کر گذرتا ہے۔گذشتہ پچاس سالوں میں سیکھنے اور سکھانے کے فن پر سینکڑوں ریسرچ کی گئی ہیں۔جدید تحقیق کے مطابق بچے کو اس کی خواہش کے مطابق معلومات حاصل کرنے،مہارت پیدا کرنے اور سماج میں خود کو ڈھالنے کا عمل تدریس ہے اور تدریس کا سب سے اہم مقصد اپنے ماحول کے تئیں بچّے کی کامیاب مطابقت میں مدد دینا ہے۔

برٹن (Burton) نے کہا ہے۔

"Teaching is the stimulation guidance direction and encouragement of Learning"

محمد یامین سنبھلی نے ان اصولوں پر چل کر کامیاب استاد کا رتبہ حاصل کیا تھا اور کم و بیش انہی اصولوں کو قائم رکھتے ہوئے انہوں اردو تحریر و تلفظ کے مسائل کو جس خوبی کے ساتھ اپنی کتاب میں پیش کیا ہے اس سے طلبار اور اردو زبان سے کم واقفیت رکھنے والوں کیلئے بہترین مواد فراہم کیا ہے۔

محمد یامین سنبھلی نے "اردو تحریر، تلفظ اور قواعد میں اردو زبان کے تین اہم ستونوں پر مفصل اور سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

آج اردو زبان کے تعلق سے بہت کم لوگ اسکی تحریر اور تلفظ کے مسائل پر گفتگو کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اس موضوع کو خشک کہتے ہوئے خاص اہمیت نہیں دی جاتی ہے جبکہ اردو زبان سے وابستہ حضرات کو تحریر اور تلفظ کے مسائل سے نظریں نہ چرا کر اسکے مسائل کے حل کیلئے اپنی خدمات ضرور پیش کرنی چاہئیے۔ تاکہ نو وارد اور طلبہ اس سے فیض حاصل کر سکیں۔ بیشک محمد یامین سنبھلی صاحب نے اس بات کو محسوس کیا ہے اور انہوں نے اس کتاب کے ذریعہ اردو زبان کی تحریر اور تلفظ کے ساتھ ساتھ قواعد پر بھی توجہ مرکوز کی ہے۔ انہوں نے اردو تحریر بگڑنے کے اسباب پر

روشنی ڈالتے ہوئے۔ اسکے سدھار کی تدابیر بھی پیش کی ہیں۔ جو کہ بہت آسان زبان میں ہیں۔ اور آسانی سے ذہن نشین کی جاسکتی ہیں۔ انہوں نے اردو سیکھنے کا اصل قاعدہ، شوشوں کو بنانے کا آرٹ۔ اعراب۔ رموز اوقاف وغیرہ کے متعلق اچھے مضامین کتاب میں شامل کئے ہیں۔ تلفظ کے بگڑنے کے اسباب اور اسکے نقصانات کا بیان کرتے ہوئے صحیح تلفظ کی ادائیگی کے طریقوں پر بھی مفصل روشنی ڈالی ہے۔ ساتھ ہی قواعد سے بھی متعارف کرایا ہے۔

محمد یامین سنبھلی کا نئی نسل کو اردو سے قریب ہونے کیلئے دیا جارہا تعاون قابل ستائش ہے۔ انہوں نے جس مہارت کے ساتھ نئی نسل کو اردو تحریر، تلفظ اور قواعد کے متعلق معلومات فراہم کی ہیں وہ بے حد مفید ہیں اور اسکے ذریعے یقیناً اردو تحریر و تلفظ میں سدھار پیدا کیا جاسکتا ہے۔ افسانہ نگاری میں معتبر مقام پر پہنچ چکے محمد یامین سنبھلی ادب برائے زندگی کے حامی ہیں۔ انکی تازہ پیشکش نئی نسل کو اردو سے وابستگی کے لئے متوجہ کرے گی اور نئے اردو سیکھنے والوں کی بہتر انداز میں رہنمائی کرے گی۔ ایسی مجھے امید ہے۔

انجینئر محمد فرقان سنبھلی

صحافی وادیب

اردو تحریر اور تلفظ ایک جائزہ

اردو، اور اردو والوں کیلئے شہر سنبھل کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ علاقہ روہیلکھنڈ کا وہ مردم خیز خطہ ہے جہاں ہر عہد میں علم وفن کا چراغ روشن رہا ہے۔ دور حاضر میں بھی یہاں اچھے اور بہترین شعراء و ادبا اور اساتذہ حضرات وغیرہ کی کمی نہیں۔ محمد یامین سنبھلی بھی اسی زرخیز علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ نہ صرف ایک بہترین اور لائق استاد کی حیثیت سے اپنی شناخت قائم کر چکے ہیں بلکہ ادبی حلقوں، بالخصوص فکشن سے دلچسپی رکھنے والوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ نیز ان کے افسانے اور دیگر مضامین ملک کے متعدد رسائل اور جرائد کی زینت بنکر مقبولیت عام کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ حالانکہ وہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ لیکن سستی شہرت و مقبولیت کے بھوکے نہیں۔ بلکہ نام ونمود کی پرواہ کئے بغیر مسلسل کام کرنے میں یقین رکھتے ہیں۔ اور جوڑ توڑ کی سیاست و گروپ بندی سے کوسوں دور ہیں۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کی کئی تصانیف ہنوز زیور طبع سے محروم ہیں۔ بہت اصرار کرنے پر انہوں نے اپنے چند افسانوں کو مرتب کیا ہے جو اتر پردیش اردو اکادمی اور فخر الدین علی احمد میموریل کمیٹی لکھنؤ کے مالی اشتراک سے ''خزاں کے پھول'' اور

''گلشن'' کے عنوان سے منظر عام پر آگئے ہیں۔ علاوہ ازیں یامیںؔ صاحب سے ان کی دوسری کتب کو بھی شائع کرانے کی گذارش جاری ہے۔

یامیںؔ صاحب اردو کے معاملے میں بڑے حساس واقع ہوئے ہیں وہ اردو کی ترویج واشاعت وتوسیع وترقی اور اس کی بقار کیلئے نہ صرف کوشاں رہتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں وقتاً فوقتاً ان کے قلم سے متعدد تحریریں معرض وجود میں آتی رہتی ہیں پیش نظر کتاب ''اردو تحریر، تلفظ اور قواعد'' بھی اسی سلسلے کی یک اہم کڑی ہے۔ جس کو انہوں نے تین حصوں میں منقسم کیا ہے۔ کتاب کا پہلا حصہ تحریر سے تعلق رکھتا ہے۔ جس میں فاضل مصنف نے ''اردو کیسے لکھیں'' عنوان کے تحت اردو حروف کو لکھنے کے قاعدے۔ اابدایات کی روشنی میں بتلائے ہیں۔ جن پر عمل کرتے ہوئے آسانی سے اردو تحریر کو خوبصورت وخوشخط بنایا جاسکتا ہے ''شوشوں کا بیان'' عنوان سے یامیںؔ صاحب نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ تحریر بگڑے میں اس بات کو دخل ہے کہ لکھتے وقت شوشوں پر لوگ دھیان نہیں دیتے۔ چنانچہ ان مسائل کو مصنف نے بہت آسان وعام فہم زبان میں ۱۳ حصوں کے تحت شوشوں کے اصول تحریر کئے اور لکھتے وقت ان کو دھیان میں رکھنے کے متعلق تفصیل سے اظہار کیا ہے۔

علاوہ ازیں اعراب اور رموز اوقاف کا تعارف اور انکی تفصیلی وضاحت

کرتے ہوئے آسان زبان میں ایک مدرس کی طرح ہدایات پیش کی ہیں۔ جن کی مدد سے انہیں سمجھا اور ان پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ اس حصے کے آخر میں اردو تحریر بگڑنے کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے مصنف نے قلموں کا استعمال نہ کرنا اردو اساتذہ کی لاعملی، اردو کے ساتھ حکومت کا سوتیلا برتاؤ طلبہ کی عدم توجہی اور اردو میڈیم مدارس کی کمی جیسے عنوانات کے تحت اردو کے تئیں اپنے درد و محبت اور خلوص و جذبات کا اظہار کیا ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ ''تلفظ'' ہے۔ جس میں مصنف نے ''کچھ تلفظ کے بارے میں'' ''تلفظ بگڑنے کے اسباب''، ''غلط تلفظ کے نقصانات'' اور ''اردو تلفظ سدھارنے کی تدابیر'' جیسے عنوانات کی روشنی میں کارآمد معلومات افزا اور مفید اشاروں کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے۔ ''کچھ تلفظ کے بارے میں'' عنوان کے تحت مصنف نے تلفظ کی اہمیت، افادیت اور ضرورت پر معروضی انداز میں گفتگو کرتے ہوئے اہم اور معلوماتی باتیں بتلائی ہیں۔ بعدہٗ تلفظ بگڑنے کے پانچ اسباب کی نشاندہی کی ہے علاوہ ازیں غلط تلفظ کے متعدد نقصانات کا تجرباتی جائزہ لیا ہے۔ کتاب کے آخر میں تلفظ سدھارنے کی تدابیر بتلائی گئی ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر آسانی سے تلفظ درست کیا جا سکتا ہے۔ کتاب کے تیسرے حصے میں قواعد پر روشنی ڈالی ہے۔ بہر حال مصنف کی یہ چھوٹی سی کتاب

اپنے اندر معلومات کا خزانہ جمع کیے ہوئے ہے اردو تحریر و تلفظ کے مسائل پر یوں تو مختلف کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں لیکن مختصر اور جامع طریقے پر یامینؔ صاحب نے ان نکات کی صراحت کی ہے اور جس خوبی مہارت اور فنی چابکدستی کے ساتھ انہیں پیش کیا ہے۔ اس کی نظیر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ خاص طور پر تحریر و تلفظ کے یہ مسائل جتنے پیچیدہ اور تفصیل طلب ہیں۔ اس کے پیش نظر تو ضخیم تصنیف کی ضرورت تھی۔ لیکن انہیں ایک مختصر سی کتاب میں اس طرح مقصدی انداز میں پیش کر دینا کہ بات واضح ہو جائے یقینی طور پر اعجاز و اختصار کا کمال اور مصنف کا کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ کتاب مختصر ہوتے ہوئے بھی بڑی کارآمد اور جامع ہے جس کے ہر عنوان پر مصنف نے سیر حاصل اور مفید گفتگو کی ہے اور تحریر و تلفظ کے تحت الگ الگ اظہار خیال کیا ہے جس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے غرض محمد یامینؔ سنبھلی کی یہ مختصر کتاب اردو والوں کیلئے تحفہ سے کم نہیں فاضل مصنف نے جس عرق ریزی اور دیدہ و دریافت سے کام لیا ہے وہ قابل تعریف ہے یقین ہے کہ اردو زبان و ادب میں دلچسپی رکھنے والے بالخصوص اساتذہ اور طلبہ اس کا بھرپور خیر مقدم کریں گے۔

ڈاکٹر محمد ارشد علیگ

اسسٹینٹ پروفیسر اردو حلیم مسلم پی جی کالج کانپور

ایک تاثر

چند سال قبل جب اردو اساتذہ کی تقرری کا سلسلہ چل رہا تھا۔ تو دو طالبات میرے پاس آئیں۔ اور کہا کہ میں ان کو اردو میں دو مضامین لکھوادوں۔ قدرے تامل کے بعد میں نے ان کو مضامین بول دیئے۔ جو انہوں نے بڑی روانی کے ساتھ تحریر کر لئے۔ میں نے جب انکی تحریر دیکھی تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا یہ دونوں گریجویٹ تھیں۔ لیکن اردو کی ایک لائن کا بھی املا صحیح نہیں تھا۔ میں نے کہا کہ کسی اردو داں سے اسے ٹھیک کرالینا۔ کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ ان دونوں کا تقرر بحیثیت اردو ٹیچر ہو گیا۔ وہ فرحاں وشاداں تھیں کہ Job ملا۔ لیکن بیچاری اردو اپنی حالت پر ماتم کناں۔

چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

جب میں اس واقعہ پر غور کرتا ہوں تو یامیؔن صاحب کی ''اردو تحریر، تلفظ اور قواعد'' کی افادیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ یامیؔن صاحب کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ انکی علمی فکر اور علمی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ وہ ایک صاحب قلم اساتذہ میں سے ہیں۔ انکے افسانے اور دیگر مضامین ملک کے موقر جریدوں میں چھپتے رہتے ہیں۔ اور عوام و

خواص انکو دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ بکھرے ہوئے معاشرے پر گہری نظر اور انکا عصری شعور مثالی ہے۔ میں نے ہمیشہ انکے تخیل کی بلندی۔ وسعت اور گیرائی کو بہ نظر تحسین دیکھا ہے۔ وہ ایک سپاہی اور مجاہد ہیں یہ اردو کے لئے انکا درد ہی ہے۔ جس نے انکو اس غیر معمولی کاوش جانفشانی کیلئے مجبور کیا۔ جس کا نتیجہ ''اردو تحریر، تلفظ اور قواعد'' کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ اردو تحریر کے ان باریک نکات کو زیر بحث لائے ہیں۔ جنکا عام اردو داں کو علم نہیں۔ حالانکہ اردو وہ لکھتے بھی ہیں۔ اور پڑھتے بھی ہیں ۔لیکن بے اصولی کے ساتھ۔ یاسین صاحب نے پورے طرز تحریر کو اصولوں اور قواعد کے دھاگے میں پرو کر ہمارے سامنے رکھا ہے یہ اردو والوں کے لئے ایک مشعل راہ ہے اور یہی انکی تحریر و تقریر کی بنیاد ہے یہ ایک بے بہا نعمت اور وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اس سے اردو طلبہ اور اساتذہ دونوں برابر استفادہ کرتے رہینگے لائن، شوشوں، اعراب اور اوقاف کو سمجھنا ہمارے اردو داں طبقہ کے لئے اشد ضروری ہے۔ اب تک اس سلسلے میں جو خلا تھا اسکو یاسین صاحب کی اس انتھک سعی نے بڑی حد تک پر کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی ذمہ داری اساتذہ کی ہے کہ وہ طلبہ کی توجہ اس طرف مائل کرنے کی کوشش کریں۔ یہ ہمارا فریضہ ہے۔ ورنہ دھیرے دھیرے ہماری بے توجہی کے سبب زبان ہی نہیں ذہن بھی بگڑ

جائے گا مجھے یقین ہے کہ خاص و عام اس بے مثل کتاب سے مستفید ہوں گے اور یامینؔ صاحب کی اس عرق ریز کاوشوں کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔ میری دعائیں انکے ساتھ ہیں۔ فقط

محمد راشد سابق پرنسپل

ہند انٹر کالج سنبھل ضلع مراد آباد

اُردو کا پھیلا ہے ہر سو اُجالا
اُردو سے روشن یہ سارا جہاں ہے

عاکف سنبھلی

باب اوّل
اردو تحریر

تحریر

دنیا میں لاکھوں زبانیں ہیں۔ ان میں سے کچھ تو ایک ہی قبیلے میں بولی اور سمجھی جاتی ہیں۔ کچھ علاقائی ہوتی ہیں۔ کچھ انٹرنیشنل ہیں۔ زبان کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ا۔ زبانی ۲۔ تحریری۔ جو کچھ ہم بولتے ہیں۔ یا دوسروں سے سنتے ہیں۔ وہ زبانی حصہ ہے اس میں پائیداری نہیں۔ ادھر سنا ادھر ختم۔ کچھ لوگ ہی خاص باتوں کو ذہن نشین کرتے ہیں۔ لیکن زیادہ تر ایک مدت کے بعد فراموش کر دیتے ہیں۔ اس لئے اس میں نہ پائیداری ہوتی ہے اور نہ ان سے فائدہ ہی پہنچتا ہے۔ زبان کا دوسرا حصہ تحریری ہے اس کے ذریعہ ہم زمانہ قدیم کی تحریروں کو (جو ہمارے اسلاف نے تحریر کی تھیں) آج بھی پڑھتے ہیں اور اس سے استفادہ حاصل کرتے ہیں گو کہ ان کو تحریر کئے ہوئے صدیاں گذر چکی ہیں۔ انہی تحریروں سے ہمیں اپنے بزرگوں کے کارناموں کا پتہ چلتا ہے۔ نیز ماضی کی ہر قسم کی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ تحریر صدیوں تک زندہ رہتی ہے اور عوام و خواص کو فائدہ پہنچاتی رہتی ہے اس لئے تحریری حصہ زیادہ مفید اور پائیدار ہوتا ہے بہ نسبت زبانی حصے سے۔

بزرگوں کی کہاوت ہے کہ ہر کسی سے نہ ہنسنا آئے اور نہ رونا آئے۔ میں اس میں تھوڑا سا اضافہ کرتا ہوں کہ ہر کام ہر کسی کے بس کی

بات نہیں ہے۔ نہ ہر کوئی ناچ سکتا ہے نہ ہر کوئی گا سکتا ہے نہ ہر کوئی لکھ سکتا ہے اور نہ ہر کوئی فنکار بن سکتا ہے۔ یہ چیزیں خداداد ہوتی ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان پڑھ بہترین شاعری کرتے ہیں۔ ان کے اشعار شاعری کی ہر کسوٹی پر کھرے اترتے ہیں۔ جبکہ عروض میں اچھے اچھوں کی غلطیاں نکلتی ہیں۔ اور وہ ان پڑھ عروض کی ''ع'' سے بھی واقف نہیں ہوتے مگر ان کا کلام عروض کی غلطیوں سے پاک وصاف ہوتا ہے اور اسی طرح جو پڑھنا نہیں جانتے وہ بہترین خطاط ہوتے ہیں۔ ہمارے یہاں ایک پینٹر صاحب ہیں جو بالکل پڑھنا نہیں جانتے آپ کو جو لکھانا ہے اس کو کاغذ پر لکھ کر دیجئے۔ وہ اس کو دیکھ کر نہایت خوبصورت اور خوشخط لکھ دیں گے۔

تحریر شخصیت کا حصہ مانی جاتی ہے۔ گاندھی جی نے کہا۔ ''برا خط ناقص تعلیم کا آئینہ دار ہے'' انگلینڈ جانے پر وہاں کے لوگوں کی خوبصورت و خوشخط تحریر کو دیکھ کر انہیں اپنی تحریر پر شرمندگی ہوئی۔ اس کا ذکر انہوں نے اپنی خودنوشت میں بھی کیا ہے اور ساتھ ہی اچھی تحریر کیلئے چند مفید مشورے بھی تحریر کئے ہیں۔ ان کے مطابق تحریر کو خوشخط بنانے کی کوشش شروع سے ہی کی جانی چاہیے۔ تاکہ بڑے ہونے پر کسی کے سامنے ندامت اور شرمندگی نہ ہو۔ اچھی تحریر حسن خداداد کی طرح اپنی جانب کھینچ لیتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ممتحن حضرات امتحان کی کاپیاں جانچتے

وقت اکثر تحریر کو دیکھ کر ہی نمبر دیدیتے ہیں جو تحریر پڑھنے میں نہیں آتی۔ اس کو کاٹ کر صفر دیدیتے ہیں۔ چاہے نفس مضمون کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو؟ اس لئے تحریر خوشخط ہونی چاہیے اس کے لئے شروع سے ہی توجہ دینی چاہیے اور لاپرواہی سے بچنا چاہیے۔ یہاں مجھے ایک لطیفہ یاد آرہا ہے۔

دو عورتیں کنوئیں پر پانی بھر رہی تھیں۔ باتوں باتوں میں وہ اپنے اپنے شوہروں کی تعریف کرنے لگیں۔ ایک بولی "میرے آدمی کا تیرے آدمی سے کیا مقابلہ"؟ دوسری نے کہا "کیوں"؟ کہنے لگی "وہ ایسا اچھا لکھتے ہیں کہ کوئی ان کے لکھے کو پڑھ نہیں سکتا"۔ دوسری جھٹ بولی "واہ یہ بھی کوئی خوبی ہوئی۔ ارے میرے شوہر ایسا اچھا لکھتے ہیں کہ لکھنے کے بعد وہ خود ہی نہیں پڑھ سکتے"۔

للّٰلہ ایسی تحریر سے بچئے۔ جس کو نہ خود پڑھ سکیں اور نہ دوسرے۔ تحریر ایسی ہو جو دور سے آپ کو کھینچ لے۔ اردو میں وہ خط مٹ چکے ہیں۔ جن کے پڑھنے میں دشواری لاحق ہوتی تھی۔ جیسے خط شکست۔ خط نسخ اب صرف خطِ نستعلیق رہ گیا ہے۔ جس کی تحریر جاذب نظر ہے۔ لہٰذا اس تحریر کو خوبصورت اور خوشخط بنائیے۔ میں نے اس کتاب میں تحریر بگڑنے کے اسباب اور سدھارنے کی تدابیر پر روشنی ڈالی ہے۔ بگڑنے کے اسباب سے بچئے اور سدھارنے کی تدابیر پر عمل کیجیے۔ انشاء اللہ آپ کی تحریر خوشنما اور خوشخط ہو جائے گی۔

ہمت مرداں مدد خدا (مصنف)

اردو کی حروف تہجّی

ا ب پ ت ٹ ث ج چ

ح خ د ڈ ذ ر ڑ ز

ژ س ش ص ض ط ظ ع

غ ف ق ک گ ل م ن

و ہ ء ی ے

کچھ لوگ ء کو حرف تہجی میں شامل نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک حروف تہجی کی کل تعداد ۳۶ ہے۔ اسی لئے ء کو الف کا عدد ایک ہی دیا ہے۔ اور ء کو شامل کرنے پر حرف تہجی کی تعداد ۳۷ ہو جاتی ہے۔

کچھ لوگ ہندی کے مخلوط حروف کو بھی شامل کرتے ہیں جیسے بھ پھ تھ ٹھ جھ چھ دھ ڈھ ڑھ کھ گھ لھ نھ وغیرہ۔ ان کی کل تعداد ۱۳ ہے۔

مگر غور کریں تو ان میں اردو حروف تہجی کے دو دو حروف ملے ہیں۔ اس لئے ان کو مخلوط یا مرکب حروف کہہ سکتے ہیں یہ اصولاً حروف تہجی میں شامل نہیں کئے جا سکتے۔

حروفِ تہجّی کا ایک تجزیہ

کل حروف ۳۷

بغیر نقطے والے حروف ۱۳

ا، ح، د، ر، س، ص، ط، ع، ل، م، و، ہ، ء

ایک نقطے والے حروف: (جن پر نقطہ اوپر لگا ہے) ۷

خ، ذ، ز، ض، ظ، غ، ف

ایک نقطے والے حروف: (جن پر نقطہ نیچے لگا ہے) ۱

ب

ایک نقطے والے حروف: جن کا نقطہ پیٹ میں ہوتا ہے۔ ۲

ج۔ ن

دو نقطے والے حروف: (جن پر نقطے اوپر ہوتے ہیں) ۲

ت۔ ق

دو نقطے والے حروف: (جن کے نقطے نیچے ہوتے ہیں) ۲

ی۔ ے

نوٹ: یہ حروف جب پورے بنتے ہیں تو نقطے نہیں لگتے۔ مگر جب شوشے

بناتے ہیں تو نقطے لگتے ہیں۔

تین نقطے والے حروف: (جن کے نقطے اوپر ہوتے ہیں) ۳

ث۔ژ۔ش

تین نقطے والے حروف: (جن کے نقطے نیچے ہوتے ہیں)=پ ۱

تین نقطے والے حروف: (جن کے نقطے پیٹ میں ہوتے ہیں)=چ ۱

مرکز والے حروف:

ک۔گ ۲

ط والے حروف:

ٹ۔ڈ۔ڑ ۳

کل حروف ۳۷

اردو تحریر بگڑنے کے اسباب

اردو میں خط شکست، خط نسخ اور خط نستعلیق۔ یعنی تحریر کے یہ تین انداز مروّج تھے۔ اب ان میں سے دو یعنی خط شکست اور خط نسخ تقریباً مٹ ہی گئے صرف خط نستعلیق رہ گیا ہے اور اب سب کچھ اسی خط میں لکھا جا رہا ہے لیکن اس میں بھی حرف اور حرفوں کے میلان میں غلطیاں ہو رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ خوبصورت خط بھی بھونڈا ہوتا جا رہا ہے۔

اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

ا۔ قلموں کا استعمال نہ کرنا۔

اردو تحریر ٹاٹل کے بنے قلموں سے خوبصورت آتی تھی۔ مگر فیشن پرستی کے دور نے ان قلموں کو مٹا دیا۔ جس کی وجہ سے اردو خط بگڑ گیا اور بگڑتا ہی جا رہا ہے قلموں کی جگہ ہولڈر نے لی تھی اس کی نب میں بھی قلم کی طرح قط ہوتا تھا۔ اس لئے اس کی تحریر بھی خوبصورت تھی اس کے بعد پین آیا۔ مگر اب تو بال پین ہے۔ جس میں قط کی جگہ پائنٹ ہوتا ہے اس سے اردو کے شوشے صحیح نہیں بنتے۔ اسی لئے اردو کا خط آئے دن بگڑتا ہی جا رہا ہے۔

آج اردو تحریر ایک اور مصیبت سے دو چار ہے نرسری اور مانٹیسری اسکولوں میں پینسل کا استعمال کرایا جاتا ہے۔ اس سے اردو تحریر

شروع سے ہی بگڑنی شروع ہو جاتی ہے۔ بعد میں کوشش کے باوجود ٹھیک نہیں ہو پاتی۔

۲۔ اردو اساتذہ کی لاعلمی۔

بچہ سب سے بڑا نقال ہوتا ہے جیسا اپنے بڑوں کو کرتے دیکھتا ہے وہ ویسا ہی کرتا ہے تعلیم کے معاملے میں بچہ سب سے زیادہ اپنے استادوں سے سیکھتا ہے بدقسمتی سے ہمارے اردو اساتذہ اردو تحریر کے اصولوں سے ناواقف ہیں۔ اس لئے نہ وہ خود صحیح لکھ پاتے ہیں اور نہ ہی وہ اپنے طلبہ کی تحریر درست کرواتے ہیں اور نہ سدھارنے کی تاکید ہی کرتے ہیں کیونکہ اس سلسلے میں وہ خود نہیں جانتے۔

۳۔ اردو کے ساتھ سوتیلا برتاؤ۔

اردو کے ساتھ سب سے بڑی ٹریجڈی یہ ہے کہ ملک کی ملکہ باندی بنکر رہ گئی اور تعصب کی وجہ سے اسے اپنے ہی ملک میں غیر بن کر رہنا پڑ رہا ہے اسی لئے اس کے ساتھ سوتیلا برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ سرکار دکھانے کے لئے سب کچھ کر رہی ہے۔ لیکن حقیقت میں کچھ نہیں۔ آج بھی اردو ٹریننگ کے مراکز پر وہ سہولیات نہیں۔ جن کی امداد سے اردو ٹریننگ اور اردو تعلیم کو خاطر خواہ فائدہ پہنچ سکے اور نہ ہی اردو کے استاد

ماہرین تعلیم ہیں جواردو کی صحیح ٹریننگ کرا سکیں دوسری زبانوں کے ٹریننگ کے مراکز پر ہر چیز اعلیٰ اور وافر تعداد میں مہیاّ ہے۔ رشوت خوری اور کنبہ پروری کے اس دور میں اہل اور قابل ترین افراد ملازمت سے محروم رہ جاتے ہیں اور نا اہل اس جگہ پر قابض ہو جاتے ہیں۔ سوتیلے برتاؤ کی بنا پر سرکار اردو کی طرف دیکھتی بھی نہیں۔ اس لئے سب کچھ کرنے پر نتیجہ صفر ہی نکلتا ہے۔

۴۔ طلبار کی عدم توجہی۔

چونکہ اردو کے ساتھ سوتیلا برتاؤ ہو رہا ہے اس لئے اس کو کسی بھی کمپٹیشن میں نہیں رکھا گیا۔ اس لئے طلبار اس کو غیر ضروری اور فضول سمجھ لیتے ہیں نصاب میں شامل ہوتے ہوئے بھی اس کو پڑھنا نہیں چاہتے۔ اس لئے اردو ایک یتیم کی طرح رہ گئی ہے۔ جس کے ساتھ زبانی جمع خرچ تو ہر کوئی کرتا ہے۔ لیکن مدد کرنا یا اپنانا کوئی نہیں چاہتا۔

۵۔ اردو میڈیم مدارس کی کمی۔

اردو اور اردو تحریر کی اس تنزلی کی ایک وجہ اردو میڈیم اسکولوں کی کمی ہے۔ اگر اردو میڈیم اسکول ہوں تو بچے کو شروع سے ہی اردو کی تعلیم ملے گی اور سارے مضامین اردو میں ہی پڑھنے ہوں گے۔ جس سے بچے

کو اردو پڑھنے اور لکھنے کے مواقع زیادہ ملیں گے۔ بچہ زیادہ اردو پڑھے گا زیادہ لکھے گا جس سے یقیناً بچے کا خط اچھا ہوگا۔ کارپہ کثرت والی کہاوت ثابت ہوگی۔ آج اردو میڈیم اسکول نہیں ہیں اور کچھ ہی اسکولوں میں اردو کو ایک مضمون کی شکل میں پڑھایا جارہا ہے۔ اس پر بھی کبھی تو استاد نہیں اور کبھی بچہ نہیں اور اگر اتفاق سے دونوں اکھٹا بھی ہوگئے تو لکھنے کا موقع نہ ملا۔ اگر اردو میڈیم اسکول ہوں تو بچہ ہر وقت اردو پڑھے گا اور لکھے گا۔ اس سے بچہ کی تحریر یقیناً اچھی ہوگی۔ مگر ستم ظریفی کہیئے کہ اردو میڈیم اسکول سرے سے ہی نہیں ہیں۔

۶۔ فنِ خوش خطی سے عدم توجہی:

ماضی میں خوش خطی ایک فن تھا جس میں مہارت حاصل کرنے کے لئے باقاعدہ محنت ولگن سے سیکھا جاتا تھا۔ ہاتھ کی لکھی ہوئی پرانی کتب اور دستاویز وغیرہ دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے لفظ موتی کی طرح جڑے ہیں۔ آج خوشخطی کی طرف دھیان ہی نہیں دیا جاتا۔ جبکہ خوشخطی کی کاپیاں جن اسکولوں میں اردو پڑھائی جاتی ہے۔ ہر بچے سے منگوائی جاتی ہیں اور اس کو لکھوایا بھی جاتا ہے مگر وہ بھی عام انداز میں ہی۔ نہ دندانے کا پتہ نہ موڑ ٹھیک حرف کہاں موٹا بنے گا کہاں پتلا؟ لائنوں کا پتہ نہیں۔ اس طرح فن خوش خطی مٹ رہا ہے تو تحریر خوشخط کیسے ہو۔

اردو تحریر سدھارنے کی تدابیر

اردو کیسے لکھیں

آج اردو تحریر کو درست اور ٹھیک انداز میں لانا ایک مسئلہ بن گیا ہے ۔آج اردو میں ایم ۔اے ،نیٹ اور پی ۔ایچ ۔ڈی کرنے والوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے ۔اوران ڈگریوں کو حاصل کرنے والے اب پہلے سے کہیں زیادہ تعداد میں ہیں ۔لیکن اردو کو ٹھیک لکھنے والوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے اور یہ تعداد بھی دن بدن کم ہوتی جارہی ہے اس وجہ سے اردو تحریر کو درست کرنے کی اشد ضرورت ہے تحریر کی درستگی کیلئے مندرجہ ذیل باتوں پر دھیان دینا ہوگا۔تحریر پر بچپن سے ہی نظر رکھنی ہوگی۔

۞ ا۔ بچے سے شروع میں لائنیں کھینچنے کی مشق کرانی چاہیے۔ یہ لائنیں کھڑی پڑی اور ترچھی سبھی طرح کی ہوں۔

(الف) کھڑی لائین۔

اس کی شکل کھڑی لاٹھی کی طرح کی ہوتی ہے ۔(ا) اس لائن کو کھینچنے کی خوب مشق کرانی چاہیے۔ کیونکہ الف، ک گ، ل اورم اسی لائن پر منحصر ہے۔الف تو صرف کھڑی لائن ہی ہے۔ک اور گ میں کھڑی اور پڑی لائن کا میل ہے اسی طرح ''ل'' میں بھی پہلے کھڑی لائن اوراس میں

دائیرہ ملانے سے ''ل'' بن تا ہے۔ ''م'' میں پہلے ''م'' کا شوشہ اور اس میں نیچے کو کھڑی لائن ملانے سے ''م'' بن جاتی ہے۔ اردو کی حروف تہجی ''الف'' سے شروع ہوتی ہے۔ اس لئے پہلے کھڑی لائن کی مشق کرائی جائے۔ تا کہ ''الف'' صحیح ڈھنگ سے بنانا آجائے۔ اور جب شروعات درست ڈھنگ سے ہوگی تو انشاء اللہ باقی سبھی حروف صحیح بنانے آجائیں گے۔

الف = کھڑی لائن

ک = کھڑی لائن + پڑی لائن اوپر مرکز ا+ـ+ = ک

گ = کھڑی لائن + پڑی لائن اوپر دو مرکز ا+ـ+ = گ

ل = کھڑی لائن + دائرہ ا+ں = ل

م = شوشہ + کھڑی لائن = م + = + م

(ب) پڑی لکیر: پڑی لکیر کی مشق بھی اچھی طرح کرائی جائے۔ ب، پ، ت، ٹ، ث، ف، ک، گ اور بڑی (ے) بنانے میں معاون ہوگی۔

(ج) ترچھی لکیر: ترچھی لکیر کی مشق ہونے پر مرکب الفاظ میں ر ڑ ز ژ کو ملانا آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ حروف جب لفظ کے آخر میں آتے ہیں تو ترچھی لکیر کی مانند ان کی شکل ہو جاتی ہے۔

۞ ا۔ ان لکیروں کو لائینوں کے حساب سے بنانے کی مشق کرائی

جائے۔ کھڑی لکیر لائن کے اوپر بنانے کی مشق کرائیں اس کا نچلا حصہ لائن کو چھوتا رہے جیسے۔(.....ا.........)

مگرم میں کھڑی لکیر لائن کے نیچے بنائیں۔(.....ا........)

۲۔ دائیرے والے حروف کے دائیرے لائن سے نیچے مگر گول بنائیں۔

جیسے ں

۳۔ مرکب الفاظ لکھتے وقت حروف کے شوشے ٹھیک ٹھیک اور صحیح تعداد میں بنائیں۔

۴۔ حروف اور الفاظ کو نہ زیادہ باریک نہ موٹا بنائیں اور نہ زیادہ چھوٹا اور نہ بہت بڑا۔

۵۔ الفاظ کے درمیان مناسب اور برابر فاصلہ رکھیں۔

نوٹ: اگر استاد ان لکیروں کی مشق اچھی طرح کرادیں تو حروف بنانے میں بچّے کو بہت آسانی ہو جائے گی۔

لائن پر لکھنا۔

آج لاپرواہی کے سبب لکھتے وقت لائن کا دھیان نہیں رکھتے۔ اس لئے الفاظ اوپر نیچے ہو جاتے ہیں۔ لائنیں بھی آڑی ترچھی ہو جاتی ہیں اس وجہ سے اردو کی تحریر جو دیدہ زیب ہونی چاہیے تھی وہ بدنما معلوم ہوتی

ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ لائن پر ہی لکھا جائے اور لائنیں سیدھی رکھی جائیں۔اگر کاپیوں پر لکھا رہے ہوں تو پہلے لائن دار کاغذ پر لکھنے کی مشق کرائیں۔الفاظ کو متناسب اور برابر بنوائیں۔اس کے علاوہ مندرجہ ذیل باتوں کا دھیان رکھیں۔

(الف) ا، ب، پ، ت، ٹ، ث، ف، ک، گ اور ے کو لائن پر لکھیں دھیان رکھیں کہ مندرجہ بالا حروف نہ تو لائن سے اوپر بنیں اور نہ ہی لائن سے نیچے بنائے جائیں۔چاہے یہ ساکن کے انداز یا مخلوط حالت میں یا آخر میں آئیں اس طرح لکھیں۔

ا۔ب۔پ۔ت۔ٹ۔ث۔ف۔ک۔گ۔ے

(ب) دڈ ذ رڑ ز ژ جب کہ شروع میں آئیں تو اس طرح بنائیں کہ نچلا سرا لائن کو چھوتا رہے۔اگر سادہ کاغذ پر لکھ رہے ہوں تو لائن کا خود دھیان رکھیں۔

(ج) اگر دڈ ذ رڑ ز ژ مخلوط الفاظ میں لکھیں تو اس طرح لکھیں کہ نچلا سرا لائن سے کچھ نیچے تک آنا ضروری ہے مخلوط حالت میں دڈ ذ کی شکلیں رڑ ز ژ جیسی ہو جاتی ہیں۔اور رڑ ز ژ کو لائن کے نیچے ترچھا کر کے بنائیں جیسے

دڈ ذ مخلوط حالت میں بد۔بڈ۔بذ

رڑز " " "بر، بڑ، جر

نمبر۳۔دائرے والے حروف ہیں ج چ ح خ س ش ص ض ع غ ق ل ن ی

ان کے بنانے میں چھوٹے بڑے بھی لاپرواہی کرتے ہیں
ان کے لکھنے میں ان امور کا دھیان رکھیں۔

(۱)۔ج چ ح خ اور ع غ کے دائیرے سیدھے نہ بنا کر ترچھے بنائیں (ح) لیکن گولائی کا دھیان رکھیں۔

(۲) ج چ ح خ ع غ وغیرہ حروف دو حصوں سے ملکر بنا ہے اوپر کا حصہ (ح) اور دوسرا حصہ دائیرہ۔(ں)

عام طور پر اوپر کا حصہ بنانے میں بھی لاپرواہی کرتے ہیں۔ کچھ لوگ ان حروف کے اوپری حصوں میں خم دیدیتے ہیں۔ جس سے ان کی شکل (ـحـ) ہوجاتی ہے جو غلط انداز ہے ان کو اس طرح (ح) بنائیں۔

(۳) کچھ لوگ اس طرح بنادیتے ہیں (ح) یہ انداز بھی غلط ہے اور دیکھنے میں بھدا بھی لگتا ہے۔

(۴) کچھ لوگ ان دونوں میں توازن کا دھیان نہیں رکھتے۔ یا تو اوپر کا حصہ ضرورت سے زیارہ بڑا بنادیتے ہیں۔ یا پھر حد سے زیادہ چھوٹا (ح۔ ء) یہ دونوں ڈھنگ غلط ہیں۔ اس لئے دونوں حصوں میں توازن کا دھیان رکھا جائے۔ تاکہ تحریر خوبصورت دکھائی دے۔

(۵) س ش ص ض بھی دائیرے والے حروف ہیں اور دو حصوں میں بنے ہوتے ہیں۔ پہلا حصہ (سـ) شوشہ والا اور دوسرا حصہ دائیرے والا۔ ان کے بنانے میں بھی توازن کا دھیان رکھیں۔ لاپرواہی سے بچیں۔

(۶) اس میں بھی کچھ لوگ شوشے والا حصہ ضرورت سے بڑا یا ضرورت سے چھوٹا بناتے ہیں جیسے ( ) ایسی حالت میں تحریر خوبصورت نہیں لگے گی اس لئے دونوں حصے متوازن بنائے جائیں۔

(چ) کبھی کبھی ص ض کے شوشوں کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں جس سے وہ ص ض کی جگہ ج خ پڑھنے میں آتے ہیں۔ جیسے ( ) ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ شوشوں کا منھ بند کر کے ہی بنائیں۔ (صـ)

(۷) کچھ لوگ ان شوشوں کو گول کر کے بنا دیتے ہیں۔ جس سے ص ض نہ پڑھ کر "م" اور "ف" پڑھنے میں آتے ہیں۔ جیسے ( ) ایسا کرنے سے پرہیز کریں۔

(۸) کچھ لوگ ان شوشوں کا درمیانی حصہ ضرورت سے زیادہ اٹھا دیتے ہیں۔ جیسے ( ) وغیرہ۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ کبھی کبھی س ش ص ض کے شوشے کے آخری حصے کو خم دیکر بناتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ س ش ص ض میں ی ملا دی گئی ہے جیسے سی شی صی ضی ۔ ایسا کرنا بالکل غلط

ہے۔۔ایسا کرنے سے پرہیز کریں۔

(۹)۔(د ڈ ذ ر ڑ ز ژ) ان حروف کو اگر لفظ میں پہلے بنائیں تو ان کا نچلا حصہ لائن کو چھوتا رہے۔ جیسے دِق۔ دِل۔ ڈر۔ رَس۔ رُک وِن۔ ڈو۔ زن۔ زیور۔ دیوار وغیرہ

(۱۰) اگر د ڈ ذ کو مخلوط کر کے بنائیں تو ان کی شکل رجیسی ہو جائے گی۔

جیسے ب+د=بد، ح+د=حد، خدا، پدر۔ غدر۔ غذا وغیرہ۔

(۱۱) اگر ر ڑ ز ژ کو پورا لکھ رہے ہیں یعنی لفظ میں پہلے لکھ رہے ہیں تو آخری سرا لائن کو چھوتا رہے۔

(د) اگر ان حروف کو مخلوط کر کے کسی لفظ کے آخیر میں بنائیں تو لائن کے نیچے ترچھی لائن جیسی بنے گی جیسے۔ جڑ۔ پر۔ سَر سڑ۔ سبز۔ وغیرہ۔ یہ ترچھا سرا ہمیشہ لائن کے نیچے بنائیں۔

(۱۲) ط ظ بناتے وقت لائن کے درمیانی حصے سے کچھ اوپر سے (الف) بنائیں اور لائن کے کچھ اوپر سے الف کو کچھ ترچھا کر دیں (ل) پھر خم کی جگہ سے شوشہ بنادیں۔ (ط) اگر ط ظ کے الف والے حصے کو سیدھا بنائیں تو ط ظ کچھ اس طرح بنے گی (ئا ظ) جو دیکھنے میں اچھے نہیں لگے گیں۔ اس لئے اس میں خم دیکر ہی بنائیں۔

(۱۳) دونوں حصوں میں تناسب کا دھیان رکھیں۔ تناسب نہ ہونے پر

تحریر خوبصورت نہیں لگے گی جیسے۔ (لطا) دونوں حالتوں میں تحریر بد صورت لگے گی۔

(۱۴) (الف) ع غ بناتے وقت ان ہی باتوں کو ملحوظ رکھیں جو ج چ ح خ کے بارے میں بیان کی گئی ہیں۔

(ب) "ع" "غ" کے شوشے "ء" کی طرح بنتے ہیں۔ اگر "ع" "غ" کسی لفظ کے شروع میں آ رہی ہیں تو ان کے شوشے اسی طرح (ءء) بنیں گے۔ اور اگر کسی لفظ کے درمیان یا آخر میں آئیں تو ان کی شکل بدل جائے گی۔

شروع میں۔ عادل۔ عام۔ غم۔ غالب وغیرہ۔

آخر میں۔ بالغ۔ بیع۔ ربیع۔ مبلغ وغیرہ

درمیان میں۔ معلم۔ بیعنامہ وغیرہ

(۱۵) (الف) ف ق کو دیگر حروف میں ملانے کے لئے ان کے شوشے اسی طرح بنیں گے۔ (ۏ ۊ)

(ب) ف اور ق کے شوشوں میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے یعنی ف پر ایک نقطہ اور ق پر دو نقطے۔

(۱۶) م کا شوشہ بھی کچھ اسی طرح کا ہوتا ہے فرق صرف شوشے کے موٹائی والے حصے کے بنانے میں ہوتا ہے اور یہ فرق بہت معمولی ہوتا ہے لیکن

اس معمولی سے فرق کی وجہ سے م اور ف ق میں فرق معلوم ہونے لگتا ہے اس فرق کو دکھانے کے لئے ف اور ق کے شوشے "ؤ" کی طرح بنائیں اور م کے شوشہ میں موٹائی نیچے بنائیں جیسے۔ فائز اور قلم وغیرہ۔ م کا شوشہ جیسے ماں مال۔

(۱۷) (الف) ک گ کے شوشے بناتے وقت ان کی شکل قدرے بدل جائے گی جیسے کا گا گادکار گارکاش

کال۔ گال۔ کل۔ گل۔ کام۔ گام۔ کان وغیرہ۔

(۱۸) ک گ کے شوشے بناتے وقت اس بات کا دھیان رکھیں کہ گولائی والے حصے کے اندر خالی جگہ ضرور رکھی جائے۔ (ک گ)

اگر اندر جگہ خالی نہ چھوڑی جائے گی تو ان کے پڑھنے میں غلطی ہونے کا امکان ہے۔

(۱۹) ک اور گ کے شوشے یکساں ہوتے ہیں۔ فرق صرف مرکز کا ہوتا ہے ک پر ایک مرکز (ـــ) اور گ پر دو مرکز (ـــ) ہوتے ہیں۔ لکھتے وقت ان کا دھیان رکھیں ورنہ ایسا نہ ہو کہ ک کی جگہ گ اور گ کی جگہ ک سمجھا جائے۔

(۲۰) لفظ کے آخر میں یہ حروف اپنی ہی شکل کے بنائے جائیں گے۔ جیسے آگ ایک۔ نیک۔ لاگ۔ باگ۔ بالک وغیرہ

(۲۱) ل کا شوشہ ل کی طرح بنتا ہے صرف دائیرے کو کم کر دیا جاتا ہے اور لمبائی کو بھی کم کر دیتے۔ پورا ''ل'' بنانے میں پورا دائیرہ لائن کے نیچے بنتا ہے جبکہ لام کا شوشہ پورا لائن تک ہی بنتا ہے جیسے لال۔ لاگ۔ لادو غیرہ

(۲۲) م کو لکھتے وقت اگر م آخر میں آئے تو پوری بنے گی اور اگر شروع یا درمیان میں آئے تو اس کا شوشہ اس طرح (مـ) بنے گا۔

(۲۳) شوشہ کے منھ کو گول کر کے بنائیں۔ اور گولائی والے حصے کو نیچے کی طرف ہی بنائیں۔ اور اس کے منھ کو بند رکھیں۔ اگر موٹائی نیچے کی جگہ اوپر کو بنادی جائے گی تو وہ م کا شوشہ نہ پڑھ کر ف یا ق کا شوشہ معلوم ہوگا۔ اور اگر م آخر میں بھی آ رہی ہو تو بھی موٹائی نیچے کو ہی رکھی جائے۔ اور اس کے منھ کو بند ہی رکھیں۔ جیسے۔

کم۔ گم۔۔ بم۔۔ جم وغیرہ

(۲۴) اگر م کی گولائی اوپر کو بنادی جائے گی تو لفظ بدنما لگے گا جیسے (کم گم) وغیرہ

(۲۵) اگر نون (ن) صرف س، ش ص ض ف ق ع غ وغیرہ میں ملانے کے لئے ''ل'' والا شوشہ ہی بنایا جائے گا جسے نس۔ نق وغیرہ۔ مندرجہ بالا حروف کو چھوڑ کر باقی حروف میں ن شروع میں ملایا جائے یا درمیان میں تو چاند والا شوشہ (نـ) بنے گا جیسے۔ نب۔ نام

۔ندی۔بندر۔مندروغیرہ۔

کون سا شوشہ کہاں اور کس لفظ کو ملانے کے لئے بنے گا۔اس کا بیان تفصیل کے ساتھ آگے کے صفحات میں آئے گا۔

(۲۶)۔''ڈ'' کی شکل میں کہیں کوئی فرق نہیں آئے گا چاہے 'ڈ' شروع میں بنے یا درمیان میں یا آخر میں۔لیکن اس کو لائن سے اوپر یا نیچے نہیں لکھنا چاہیے۔بلکہ لائن کو چھوتا ہوا ہی لکھیں۔

(۲۷) 'ڈ' کو چاہے کہیں لکھیں اس کے منھ کو بند ہی رکھیں۔(و)

(۲۸) 'ہ' کو لکھتے وقت 'ہ' کا شوشہ چاندوالا بنا کر اس کے نیچے (ے) لگا دیا جاتا ہے۔

جیسے:ہار،ہل وغیرہ۔

لیکن اگر ہ لفظ کے آخر میں آرہی ہو تو اس کی شکل (ـہ) جیسی بنے گی جیسے۔کہہ۔گہ۔جگہ وغیرہ۔

کبھی کبھی آخر میں لیکن ساکن کی حالت میں آنے پر بھی 'ہ' اپنی ہی شکل میں بنے گی جیسے۔آہ،کاہ،گاہ آگاہ وغیرہ۔

(۲۹) ہمزہ (ء) ہمیشہ حرف کے اوپر لگتا ہے۔'ی' پر ہمزہ لگانے کے لئے ی کے اوپری حصے کو اوپر کی طرف تھوڑا سا موڑ دیتے ہیں جیسے آئی وغیرہ۔

(۳۰) 'ی' کو اگر لفظ کے شروع یا درمیان میں بنائیں گے تو چاند والا شوشہ بنا کر نیچے دو نقطے لگا دیں۔ جیسے یاد۔ یار۔ کیا۔ کیل وغیرہ۔ لیکن س ش ص ض ع غ ط ظ ف ق میں ملاتے وقت ل والا شوشہ بنائیں گے جیسے لیس یص یط یع وغیرہ

لیکن اگر 'ی' آخر میں آئے تو اپنی اصلی شکل میں ہی بنے گی۔ جیسے کئی وغیرہ۔

'ے' کے سلسلے میں بھی یہی اصول اپنائے جائیں گے۔

شوشوں کا بیان

ہر زبان کو لکھنے کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے جو خط کہلاتا ہے۔ ہندی دیوناگری خط میں لکھی جاتی ہے اردو اور فارسی نستعلق رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اردو لکھنے کے دو خط اور تھے۔ خط شکست اور خط نسخ۔ لیکن یہ دونوں خط اب مٹ سے گئے ہیں۔ ہندی رسم الخط دیوناگری میں حرفوں سے الفاظ بنانے میں حروف اور ماتراؤں کا استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اردو میں شوشوں کی مدد سے الفاظ بنائے جاتے ہیں۔

کس حرف کا کون سا شوشہ کن کن حروف میں ملے گا۔ ذیل کی سطور میں اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

ا۔ چاند والا شوشہ۔

اردو رسم الخط میں چاند والا شوشہ سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے اس لئے سب سے پہلے اسی کے بارے میں بتایا جائے گا۔

اس شوشہ کی شکل چاند جیسی ہوتی ہے اس لئے اسے چاند والا شوشہ کہتے ہیں۔

یہ شوشہ ب، پ، ت، ٹ، ث، ن، ہ اوری حروف کیلئے استعمال ہوتا ہے ان حروف کو ظاہر کرنے کے لئے اس شوشہ کی شکل تو ایک سی ہی رہے

گی۔صرف نقطے بدلتے رہیں گے۔نقطے کے بدلنے سے ہی حرف بدل جائے گا۔

چاند والا شوشہ کون کون سے حروف کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اسے تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ب۔پ۔ت۔ٹ۔ث۔ن،ہ اوری کے شوشے الف کے ساتھ استعمال کرنے میں شوشہ پہلے بنے گا اور الف بعد میں بنے گا۔

ب+ا=با، پ+ا=پا، ت+ا=تا، ٹ+ا=ٹا ، ث+ا=ثا، ن+ا=نا،ہ+ا=ہا،ی+ا=یا

اب اس طرح سیکڑوں الفاظ بنائے جاسکتے ہیں۔

با۔باب۔باپ۔بات۔باٹ۔باد۔بار۔باس۔بالی۔بائی وغیرہ

پاپ، پات، پاٹ، پار، پاڑ، پاس، پاک، پال، پام، پان وغیرہ

تاب، تاپ، تاج، تاش، تاک، تال، تام، تان وغیرہ

ٹاپ، ٹاٹ، ٹار، ٹاس، ٹال، ٹام، ٹان وغیرہ

ثابت وغیرہ

ناب، ناپ، ناج، ناچ، ناخ، نار، ناس، ناک، ناگ، نال، نام، نان وغیرہ

ہا۔ہاتھ۔ہار۔ہاک۔ہال۔ہائے وغیرہ

یاب، یاد، یار، یاس، یاک، یان وغیرہ

لکھتے وقت دھیان رکھیں کہ شوشہ کی طرف سے لکھنا ہے کچھ لوگ الف کی طرف سے لکھتے ہیں جو غلط طریقہ ہے۔

ب کے ساتھ چاند والے شوشے کا استعمال۔ بب، پب، تب، ٹب، ثب =نب، ہب، یب

ت کے ساتھ چاند والے شوشے کا استعمال۔ بت، پت، نت، یت وغیرہ

ٹ کے ساتھ چاند والے شوشے کا استعمال۔ بٹ، پٹ، ٹٹ، نٹ، ہٹ، یٹ

ث کے ساتھ چاند والے شوشے کا استعمال۔ بث، نث وغیرہ

ن کے ساتھ چاند والے شوشے کا استعمال۔ بن، پن، تن، ٹن، ثن، نن، ہن، ین وغیرہ

ل کے ساتھ چاند والے شوشے کا استعمال۔ بل، پل، تل، ٹل، نل، ہل، یل

درمیان میں مندرجہ ساتوں حروف کے آنے پر

۱۔ ابا، ابّن، دبدبہ، چبوترہ، عباس، کبوتر اور لباس وغیرہ

۲۔ کپاس۔ لپٹ۔ چوپڑہ وغیرہ

۳۔ کاتا۔ کاتب۔ کتاب۔ کتب۔ بتا۔ پتا وغیرہ

۴۔بٹن۔پٹنا۔گھٹنا۔گھٹانا وغیرہ

۵۔اثر۔اثاثہ۔متاثر وغیرہ

۶۔کانا۔لانا۔جاننا۔گنتا۔کنین وغیرہ

۷۔آہن۔وغیرہ

۷۔آیا۔لایا۔گیا۔لاریب۔گیان وغیرہ

۲۔ترچھا شوشہ

ترچھا شوشہ(ب ،پ، ت ،ٹ ،ث ،ن ،ی)
حروف کا ہی ہوتا ہے۔اور ج چ ح خ اور م۔اس کے علاوہ مخلوط حروف
جھ اور چھ میں ملتا ہے۔ان حروف میں یہ شوشہ پہلے آئے گا۔اور ملنے
والے حروف بعد میں آئیں گے۔

جیسے

بج۔بچ۔تج۔ٹخ۔بجنا۔بجانا۔نجمہ۔نخاسہ۔یخ وغیرہ

بچ۔بچنا۔بچانا۔وغیرہ

ذبح۔ذبیحہ۔تح وغیرہ

نج۔نجیبہ۔نجّار۔نچ۔تج۔ٹخنہ وغیرہ

ہندی کے مخلوط حروف بھ۔پھ۔تھ۔ٹھ میں ملانے کیلئے دو چشمی
(ھ) میں شروع میں یہی شوشہ بنایا جائے گا۔

ب + ھ = بھ، پ + ھ = پھ، ت + ھ = تھ، ٹ + ھ = ٹھ

ن + ھ = نھ وغیرہ

م میں بھی یہی شوشہ ملایا جاتا ہے جبکہ مندرجہ ذیل ساتوں حروف پہلے آرہے ہوں اور م بعد میں آئے۔ جیسے

بم۔ پم۔ تم۔ ٹم۔ ثمر۔ ثمینہ۔ نم۔ یم وغیرہ

یہ شوشہ ''ہ'' میں بھی استعمال ہوتا ہے

جیسے یہاں۔ پہیا۔ تہہ۔ ٹہنی۔ نہیں۔ یہی وغیرہ

لام والا شوشہ۔

اس شوشہ کی شکل لام (ل) جیسی ہوتی ہے اس لئے یہ لام والا شوشہ کہلاتا ہے۔ یہ شوشہ بھی مندرجہ بالا حروف کا ہی بنتا ہے صرف لام کا اضافہ اور ہوجاتا ہے یعنی سات حروف کے بجائے آٹھ حروف (ب، پ، ت، ٹ، ث، ل، ن اور ی) کا ہوتا ہے۔ یہ شوشہ بھی پہلے ہی بنے گا اور مطلوب حرف بعد میں آئے گا۔

یہ شوشہ ل کو چھوڑ کر س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، ب، پ، ت، ٹ، ث میں استعمال ہوگا۔ بس، بسانا۔ بستہ، بص، بض، بضد، بطور، بط ۔ بظاہر۔ بالغ، مانع

بش۔ بشرہ۔ بشریٰ۔ بع۔ بعید۔ بغور۔ بو وغیرہ

پس ۔ پض ۔ پط ۔ پف ۔ پغ ۔ پو وغیرہ

تش ۔ آتش ۔ تص ۔ تصدق ۔ تض ۔ تضاد ۔ تط ۔ تظ ۔ تع ۔ تغ ۔

تف ۔ تق تو وغیرہ

ٹس ۔ ٹس ۔ ٹش ٹو وغیرہ

نس ۔ نستر ۔ نش ۔ نشان ۔ نشانہ ۔ نشہ ۔ نص ۔ نض ۔ نع ۔ مانع ۔ نفع

نقو ۔ نقوی وغیرہ

یس ۔ یسریٰ ۔ یش ۔ یص ۔ یض ۔ یع ۔ یغ ۔ یق ۔ یو وغیرہ

ل کا بیان:۔ لام کا شوشہ مندرجہ ذیل حروف میں اس طرح

ملے گا۔

لا ۔ لب ۔ لپ ۔ لت ۔ لٹ ۔ لث ۔ لس ۔ لج ۔ لچ ۔ لح ۔ لخ ۔

لش ۔ لک ۔ لگ ۔ لف ۔ لط ۔ لظ ۔ لع ۔ لغ ۔ بالغ ۔ لق ۔ لل ۔ لم ۔ لن ۔

لی ۔ لو ۔ وغیرہ

۴۔ مدوالا شوشہ۔

یہ شوشہ بھی مندرجہ بالا حروف کا ہی بنتا ہے۔ لیکن صرف چار حروف تہجی یعنی رڑ ز ژ میں ہی ملایا جاتا ہے۔ اس کے استعمال میں اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ شوشہ لائن سے اوپر اور رڑ ز ژ لائن سے نیچے لکھیں۔

جیسے۔ بر۔ بُرا۔ بری۔ بریان۔ بریانی۔ برہاوغیرہ

بڑ۔ بڑا۔ بڑی۔ بڑھیا۔ بڑھاپاوغیرہ

بز۔ بزریا۔ بزرگ وغیرہ

پر۔ پری۔ پرایا۔ پرانا۔ پرانی وغیرہ

پڑ۔ پڑا۔ پڑی۔ پڑے وغیرہ

'ی' میں ب، پ، ت، ٹ، ث اور ن میں ملانے کے لئے اس شوشے میں تھوڑی تبدیلی کی جائے گی۔ اس کی شکل کچھ اس طرح کی (ؠ) ہو جائے گی۔

بی۔ پی۔ تی۔ ٹی۔ ثی۔ نی اور یی وغیرہ

۵۔ جیم والا شوشہ۔

اس کی بناوٹ چڑیا کی چونک کی طرح (ح) ہوتی ہے یہ شوشہ ج، چ، ح، خ کا ہی ہوتا ہے اور سارے حروف تہجی میں اپنی اسی شکل میں ملتا ہے چاہے یہ حروف شروع میں استعمال ہوں یا درمیان میں۔ مگر آخر میں آنے پر شوشہ نہیں بلکہ پورے حرف ہی لکھے جاتے ہیں۔

ج، چ، ح، خ کا شروع میں استعمال۔

جا۔ جب۔ جد۔ جڑ۔ جس۔ جھ۔ جط۔ جج۔ جف۔ جق۔ جو۔ جی۔

جے وغیرہ

چا۔ چپ۔ چڈ۔ چر۔ چس۔ چف۔ چک وغیرہ

حا۔ حب۔ حد۔ حر۔ حس۔ حظ۔ حف۔ حق وغیرہ

خب۔ خر۔ خس۔ خط۔ خف۔ خو وغیرہ

درمیان میں استعمال ہونے پر

کجا۔ تجارت۔ تجّار۔ وغیرہ

کچّا۔ مچلنا۔ کچل۔ آنچل۔ نچانا وغیرہ

محل۔ محلّہ۔ محکمہ وغیرہ

مخمل۔ مخملی۔ مخمور وغیرہ

آخر میں یہ حروف پورے بنتے ہیں

بج۔ بچ۔ ذبح۔ مورّخ۔ تاج۔ ناچ۔ ناخ وغیرہ

اس شوشہ کو (ح) دھیان سے بنائیں۔ کسی بھی حالت میں اس کا منھ بند نہ کریں۔ منھ بند ہونے پر اس کی شکل (حد) جیسی ہو جائے گی ایسی حالت میں یہ جیم (ج) والا شوشہ نہ ہو کر ص والا (ص) ہو جائے گا۔ اور پڑھنے میں خواہ مخواہ پریشانی ہوگی۔ اس پریشانی سے بچنے کیلئے شوشہ کا منھ بند نہ کریں۔

شوشہ کے اوپر والے حصے میں کچھ لوگ ایک فضول خم دیدیتے

ہیں جس سے شوشہ کچھ اس طرح (ـبـ) کا ہو جاتا ہے یہ تحریر میں بھدا پن لاتا ہے اس لئے اوپر والے حصے میں خم نہ دیں۔

اوپر والے حصے کا بایاں سرا معمولی سا نیچے کو جھکا کر بنائیں (ـبـ)

کچھ لوگ بالکل سیدھا بنا دیتے ہیں (ـبـ) شوشہ اس طرح ہو جائے گا یہ انداز بھی غلط ہے۔

۶۔س ش والا شوشہ۔

یہ شوشہ صرف دو حروف س اور ش کا ہی بنتا ہے اور اس کی شکل بھی دو طرح کی ہوتی ہے ایک دندانے دار اور دوسری بغیر دندانے کا۔

دندانے دار شکل (سـ) بغیر دندانے دار (ـــ)

لکھنے والا آزاد ہے وہ چاہے کسی بھی شکل کا استعمال کرے۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ س اور ش چاہے شروع میں آئیں یا درمیان میں اس کی شکل یہی رہے گی۔

آخر میں آنے پر ان حروف کو جیوں کا تیوں پورا لکھا جاتا ہے۔ لکھتے وقت اس بات کا دھیان رکھیں کہ اگر دندانے دار لکھ رہے ہیں تو صرف دو دندانے ہی بنائیں۔ کبھی کبھی لاپرواہی یا غلط عادت کی وجہ سے کئی کئی دندانے بنا دیتے ہیں یہ بالکل غلط ہے کبھی کبھی صرف ایک ہی دندانہ بنا دیتے ہیں اس سے یہ س ش کا شوشہ نہ ہو کر ب۔ وغیرہ کا شوشہ ہو

جائے گا۔ زیادہ یا کم دندانے بنانے سے ایک تو پڑھنے میں دشواری آتی ہی ہے دوسرے تحریر بھی بدنما معلوم ہوتی ہے۔

شروع میں س اور ش کا استعمال

سا۔ سب۔ ست۔ سج۔ سال۔ ساس۔ ساگ۔ ساز۔ سم۔ سُن۔ سر۔ سڑ۔ سی۔ سے وغیرہ

شا۔ شب۔ شٹ۔ شش۔ شل وغیرہ

آخر میں س اور ش کا استعمال۔ آخر میں یہ حروف پورے ہی لکھے جاتے ہیں۔

بس۔ پس۔ جس۔ کس۔ کشش۔ آتش وغیرہ

اس شوشے کو بنا دندانے کے بھی بناتے ہیں۔ جیسے سن، سڑ، سی، سے، شب، شٹ

۷۔ ص اور ض والا شوشہ۔

یہ شوشہ ہر حرف میں شروع میں یا درمیان میں ملایا جا سکتا ہے آخر میں یہ دونوں حروف پورے ہی بنتے ہیں جیسے

شروع میں صبا۔ صابن۔ صاف۔ ضد، ضیاء وغیرہ

درمیان میں قصہ۔ قضا۔ تقاضا وغیرہ

آخر میں: قصص۔ نبض۔ مریض عرض وغیرہ

ان شوشوں کو بنانے میں دھیان رکھیں۔

۱۔ ان شوشوں کا منھ بند رکھا جائے (صـ) منھ کھلا ہونے پر وہ ص ض کے شوشے نہ ہو کر ج چ وغیرہ کے شوشے ہو جائیں گے جیسے (حـ)

۲۔ ان شوشوں کو گول کر کے بھی نہ بنائیں۔ گول بنانے سے ف یا ق کا شوشہ پڑھنے میں آئے گا جیسے (فـ)

۳۔ اس لئے ان شوشوں کو کچھ لمبا کر کے بنائیں اور منھ بند رکھیں (صـ)

۴۔ ایک بات کا اور دھیان رکھیں کہ کسی حرف میں ملاتے وقت ان شوشوں میں درمیان میں ایک شوشہ ضرور بنائیں۔

ب، پ، ت، ٹ، ث، ک، گ، ل، م، ن، و، ہ، ی اور ے میں ان شوشوں کو اس طرح ملائیں۔

صب، صپ، صث، صک، صگ، صل، ضم، ضن، ضوصنی، صنے

اگر بیچ کا شوشہ نہ بنایا جائے تو اس طرح لکھا جائے گا۔ (صـ)

اور یہ ص ض پڑھنے میں غلطی ہو سکتی ہے۔

۸۔ ط ظ۔ ان کے شوشے نہیں ہوتے۔ یہ دونوں حروف اول آخر اور درمیان میں پورے ہی لکھے جاتے ہیں۔ ان کے لکھنے کے بارے میں پہلے لکھا جا چکا ہے۔

۹۔ ع غ کے شوشے یہ شوشہ اس طرح (÷) بنتا ہے جو ہمزہ کی شکل میں ہوتا ہے ہر لفظ میں ملانے کے لئے ان کے شوشوں کی شکل ایک سی

رہے گی۔ لیکن ع اور غ کے شوشے درمیان میں آئیں تو ان کی شکلوں میں معمولی سی تبدیلی ہو جاتی ہے۔ آخر میں یہ دونوں حروف پورے ہی بنتے ہیں۔ لیکن شکل بدل جائے گی اوپر کا شوشہ درمیان میں بنے شوشے کی طرح بنیں گے ذیل کی سطور میں تینوں طرح سے ملا کر دکھایا جاتا ہے۔

۱۔ شروع میں آنے پر اس طرح لکھا جائے گا۔ جیسے عام۔ عادل۔ علی۔ غالب۔ غلیل وغیرہ

۲۔ درمیان میں اس طرح لکھا جائے گا۔ جیسے لعل۔ بغل وغیرہ

۳۔ آخر میں آنے پر یہ حروف پورے لکھے جائیں گے۔ لیکن ان کی شکل بدل جائے گی۔ جیسے ربیع، بیع، بالغ وغیرہ

ع اور غ کے شوشوں کا منہ کھلا رکھنا چاہیے۔ اور گول کر کے بنایا جائے جیسے (ع)

اگر منہ بند کر دیا گیا تو وہ ع غ نہ ہو کر م، ف کے یا ص ض شوشے کے ہو جائیں گے جیسے ہمیں غم یا غل لکھنا ہے اور ہم نے غ کے شوشے کا منہ بند کر دیا تو ضم۔ ضسل ہو جائے گا۔

۱۰۔ ف اور ق

ان حروف کے شوشہ سارے حروف میں ملاتے وقت ایک ہی طرح سے بنائے جائیں گے۔ چاہے یہ حروف شروع میں آ رہے ہوں یا

درمیان میں۔ لیکن بعد میں آنے پر پورے لکھے جائیں گے۔ لیکن ان شوشوں کی گولائی ہمیشہ اوپر کو ہی رہے گی۔ اس بات کا دھیان رکھیں کہ گولائی نیچے کو نہ ہو اگر گولائی نیچے کو بنائی جائے گی تو پھر یہ ف اور ق نہیں پڑھے جا سکتے۔ بلکہ م کا شوشہ سمجھ کر پڑھا جائے گا۔

ان کو اس طرح لکھیں۔

فا۔ فب۔ فتح۔ قلم۔ قل وغیرہ

۱۱۔ ک گ۔ کے شوشوں کا ذکر پہلے تفصیل سے ہو چکا ہے۔

۱۲۔ ل کا شوشہ۔

ل کا شوشہ ل کی طرح ہی بنتا ہے صرف لام کا دائیرہ کچھ کم کر دیا جاتا ہے۔

جیسے: لا۔ لب۔ لت۔ لٹ۔ لج۔ لچ۔ لد۔ لر۔ لس لص۔ لک۔ لی وغیرہ

ل کے اس شوشے پر اگر نقطے لگا دیں تو ب۔ پ۔ ت۔ ٹ۔ ث اور ن اور ی کے شوشے میں بدل جائے گا۔

۱۳۔ م اور ن

ان کے شوشوں کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

اعراب

اردو رسم الخط نستعلق میں شوشوں کے ساتھ ساتھ اعراب بھی ہوتے ہیں اس لئے ان کو سمجھنا ضروری ہے۔ لیکن اب عجلت پسندی کی وجہ سے ان کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس وجہ سے کچھ لوگ اسے غیر ضروری تصور کرتے ہیں۔ ایسا سوچنا غلط ہے استعمال نہ کرنا اور بات ہے اور غیر ضروری اور بیکار سمجھنا دوسری بات ہے حالانکہ اب اعراب کا استعمال نہ ہونے کے برابر ہے۔ لیکن کچھ جگہ ان کے استعمال کے بنا کام نہیں چلتا ۔ جیسے اضافت کے لئے زیر کا استعمال اشد ضروری ہے اور اس کا استعمال برابر ہو بھی رہا ہے۔ اسی طرح تنوین کے دو زبر (ً) یا دو زیر (ٍ) بھی لگا نے ضروری ہیں۔ اور لگ بھی رہے ہیں اور بغیر لگائے کام بھی نہیں چلتا۔ معلوم ہونا چاہیے کہ تنوین کسی حرف کی آواز کو "نون" (ن) کی آواز میں بدل دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر تنویں کا استعمال نہ کیا گیا تو حرف مخصوص کی آواز نہیں بدل سکتی اور لفظ صحیح نہ پڑھا جائے گا۔ اسی طرح (ّ) تشدید کا لگانا بھی ضروری ہے بغیر تشدید کے لفظ صحیح نہیں پڑھا جا سکتا اور یہی حال مد (ٓ) کا بھی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اعراب کا استعمال نہ گزیر ہے۔ اس لئے ان کا جاننا سمجھنا اور استعمال میں لانا اشد ضروری ہے۔

اردو میں مندرجہ ذیل اعراب استعمال کئے جاتے ہیں۔

زبر(َ)زیر(ِ)پیش(ُ)مد(ٓ)تشدید(ّ)تنوین۔جزم(ْ)

زبر کا استعمال

زبر کے لغوی معنی ہیں۔تگڑا یا زیادہ طاقت ور۔جب دو پہلوان کشتی لڑتے ہیں تو جو اپنے حریف کو گرا کر چت کر دیتا ہے اور اوپر چڑھ جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ زبر ہے اسی مناسبت سے اس علامت کو بھی زبر کہتے ہیں اور یہ ہمیشہ حرف کے اوپر لگتا ہے۔اس کی شکل ایک ترچھی لکیر (ﹷ) کی طرح ہوتی ہے۔جو حرف کے اوپر لگائی جاتی ہے۔جس کسی حرف میں الف کو ملایا جاتا ہے تو اس کی آواز کھینچ کر نکالی جاتی ہے۔جیسے بابا۔نانا ۔دادا۔کاکا۔لایا۔گایا۔لیکن جب کسی حرف کی آواز میں الف جیسی ہلکی آواز نکالنی ہو تو اس پر زبر لگایا جاتا ہے جیسے۔بَ۔پَ۔تَ۔سَ۔کَ۔لَ۔ مَ۔نَ وغیرہ۔آج عام طور پر زبر لگانے کا رواج ختم سا ہو گیا ہے۔تحریر میں اعراب کا استعمال نہ ہونے کے برابر کیا جاتا ہے۔لیکن جہاں غلطی ہونے کا امکان ہو وہاں زبر،زیر یا پیش کا استعمال ضرور کرنا چاہیے۔جیسے لفظ 'اڑ' ہے۔اگر اس کو بغیر اعراب کے لکھا جائے تو پتہ نہیں چلتا کہ یہ اَڑ ہے یا 'اُڑ' یا 'اِڑ'۔اس لئے ایسے لفظوں پر (َ) ضرور لگانا چاہیے۔ایسے سیکڑوں الفاظ ہیں۔اور ان پر لگانا ضروری ہے۔

حروف تہجی میں اگر الف اور زبر (َ) دونوں آرہے ہیں تو الف کی آواز کھینچ کر نکالنی ہوگی۔ اور اگر صرف زبر لگا ہو تو آواز کم کھینچ کر نکالنی ہوگی۔ جیسے

کھینچ کر آواز نکالنا۔ بابا۔ پاپا۔ ٹاٹا۔ بات۔ پاٹ۔ باج۔ باک۔ بار۔ تار۔

کم کھینچ کر آواز کا نکالنا۔ بَپ بَچ۔ بَد۔ بَن۔ بَر وغیرہ

مد کا استعمال

جہاں 'الف' دوبار آرہا ہو۔ وہاں 'الف' کو دوبارہ لکھ کر ایک ہی بار لکھ کر اس پر مد (ٓ) لگا دی جاتی ہے۔ اس 'الف' کو 'الف' ممدودہ کہتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ 'الف' پر جہاں مد لگی ہو وہاں 'الف' کی ڈبل آواز ہو جائے گی۔ جیسے

ا+ا+ل=آل   ا+ا+ن=آن   ا+ا+گ=آگ

ا+ا+م=آم   ا+ا+ب=آب   ا+ا+ج=آج

ا+ا+ڑ=آڑ   ا+ا+س=آس

مد (ٓ) کا استعمال کرنے سے لکھنے میں وقت کم لگتا ہے جگہ بھی کم گھرتی ہے اور پڑھنے میں بھی آسانی ہوتی ہے۔

زیر کا استعمال

جو پہلوان کشتی میں پچھڑ جاتا ہے یعنی اس کا حریف اس کو زمین پر گرا کر چت کر دیتا ہے تو اس کو زیر کہتے ہیں۔ اسی طرح اردو رسم الخط کے اعراب میں جو علامت نیچے لگائی جاتی ہے اسے زیر کہتے ہیں۔ اس کی شکل بھی زبر جیسی ہوتی ہے لیکن فرق یہ ہے کہ زیر نیچے کو لگایا جاتا ہے۔ جیسے

اِ۔ بِ۔ پِ۔ تِ۔ جِ۔ دِ۔ رِ۔ سِ۔ شِ۔ صِ۔ ضِ۔ وغیرہ

جب حروف تہجی میں 'ے' ملائی جاتی ہے تو اس کی آواز کو کھینچ کر نکالتے ہیں۔ جیسے

ب + ے = بے، پ + ے = پے، س + ے = سے

ک + ے = کے، م + ے = مے، ہ + ے = ہے وغیرہ

لیکن جب کسی حرف کی آواز کو کم کھینچنا مقصود ہو تو زیر لگاتے ہیں جیسے

بِ، پِ، سِ، کِ، مِ، ہِ

حالانکہ زبر کی طرح زیر کی علامت کو بھی لگانے کا رواج مٹتا جا رہا ہے۔ مگر کچھ جگہ زیر کو ضرور لگانا چاہیے۔ تاکہ پڑھنے میں غلطی نہ ہو۔

م + ی + ل = مِیل (مسافت کا مقررہ فاصلہ)

اگر یہاں زیر کا استعمال نہ کیا گیا تو میل بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

مراد گندگی)۔اس کے علاوہ اضافت کے لئے بھی زیر لگانا ضروری ہے۔جیسے

جانِ پدر۔باپ کا پیارا یا پیاری

برگِ گل=پھول کی پتی

موسمِ بہار۔بہار کا موسم

پیش کا بیان

حروف تہجی میں واؤ معروف کو ملانے پر اس کی آواز کھینچ کر نکالی جاتی ہے جیسے۔

بُو، پُو، تُو، جُو، دُو، رُو، سُو، صُو، ضُو، قُو، گُو، لُو وغیرہ

لیکن جہاں واؤ کو ملانے کی ضرورت نہ ہو۔لیکن کسی حرف کی آواز میں واؤ جیسی ہلکی آواز شامل کرنے کی ضرورت ہو تو وہاں ''واؤ'' (و) نہ لگا کر پیش کی علامت لگائی جاتی ہے۔پیش کی علامت زبر کی طرح حرف کے اوپر لگائی جاتی ہے۔جس کی شکل (ُ) ہوتی ہے۔یعنی زبر کے داہنے سرے کو اوپر کی طرف موڑ دیا جاتا ہے۔اگر غور سے دیکھیں تو یہ لیٹا ہوا واؤ معلوم ہوتا ہے۔اسی لئے اس کی آواز بھی واؤ جیسی ہوتی ہے۔

پیش دو طرح کے ہوتے ہیں۔

سیدھا پیش: جہاں آواز کھل کر نکلتی ہے وہاں سیدھا پیش لگایا

جاتا ہے۔اس کی شکل (ٗ)اس طرح کی ہوتی ہے۔

الٹا پیش:۔اس کی آواز دبا کر نکلتی ہے اس کی شکل (ٗ) جیسی ہوتی ہے۔

تشدید کا بیان

جب کسی لفظ میں حروف تہجی کا کوئی حرف دو بار آرہا ہو۔تو اس کو دو بار لکھنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ایک ہی بار لکھ کر اس پر تشدید (ّ) لگا دی جاتی ہے تو اس حرف کا تلفظ دو بار ہو جاتا ہے۔تشدید کی شکل ''س'' کے شوشے (ّ) کی طرح ہوتی ہے۔تشدید اوپر لگائی جاتی ہے۔

۱۔ ابّا = ا + ب + ب + ا = ابّا

۲۔ کُپّی = ک + پ + پ + ی = کُپّی

۳۔ کتّا = ک + ت + ت + ا = کتّا

۴۔ چکّی = چ + ک + ک + ی = چکّی

۵۔ لٹّو = ل + ٹ + ٹ + و = لٹّو

۶۔ ستُّو = س + ت + ت + و = ستُّو

۷۔ چنّو = چ + ن + ن + و = چنّو

لیکن اس بات کا دھیان رکھنا چاہیے کہ تشدید ہر جگہ نہیں لگتی۔ کہیں کہیں اگر حروف تہجی کا کوئی حرف دو بار آرہا ہے تو اس کو دو بار ہی

لکھیں گے جیسے

گِننا = گ + ن + ن + ا = گِننا۔ بمعنی شمار کرنا

بنّا = ب + ن + ن + ا = بنّا

لہٰذا تشدید کے استعمال میں دھیان رکھنا ہے کہ یہاں تشدید لگنی ہے یا حرف مطلوب کو دوبار لکھنا ہے۔

ن کا بیان

اگر ن کے بعد ب آ رہی ہے تو وہاں نون کی آواز نہیں نکلے گی بلکہ ن کی جگہ م کی آواز نکلتی ہے۔ جیسے

انبہ لکھا جائے گا مگر بولا جائے گا امبہ

کھنبہ لکھا جائے گا مگر بولا جائے گا کھمبہ

سنبھل لکھا جائے گا مگر بولا جائے گا سمبھل

شنبہ لکھا جائے گا۔ مگر بولا جائے گا شمبہ

گنبد لکھا جائے گا۔ مگر بولا جائے گا گمبد

لیکن ایسے الفاظ میں لکھا ''ن'' ہی جائے گا۔ اگر ''ن'' کی جگہ م لکھ دیں گے تو املا غلط ہو جائے گا۔

اس کے علاوہ ''ن'' ۔نون غنہ (ں) کی شکل میں استعمال ہوتا ہے نون غنہ اگر لفظ کے آخر میں آ رہا ہے تو وہ ''ں'' کی شکل میں ہی لکھا جائے گا۔ صرف

نقطہ نہیں لگایا جائے گا۔

جیسے۔ماں، ہاں، یہاں، وہاں، کہاں، یہیں، کہیں وغیرہ

اگر نون غنہ درمیان میں آرہا ہو تو چاند والا شوشہ بنایا جائے گا اور نقطہ بھی لگائیں گے جیسے

چاند۔ ماند۔ دانت۔ اونٹ۔ کنواں وغیرہ

ایسی حالت میں نون اور نون غنہ کا فرق اس کے تلفظ پر منحصر ہوگا۔

رموزِ اوقاف

رموزِ اوقاف ان علامتوں کو کہتے ہیں جس سے جملوں اور اس کے اجزار کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے نیز ہمیں کہاں رکنا ہے یا کہاں بات پوری ہوئی ہے؟ یا پچھلے جملے یا فقرے کا اس سے تعلق ہے یا نہیں۔ یا اس بات کو ہم کہہ رہے ہیں یا کسی کی کہی ہوئی بات کو دہرا رہے ہیں اور اسی کے الفاظ میں لکھ رہے ہیں۔ کسی سے سوال کیا جا رہا ہے۔ ان سب کو دکھانے کے لئے کچھ علامات ہیں انہیں رموز اوقاف کہتے ہیں۔ اردو میں رموز اوقاف مندرجہ ذیل ہیں۔

نمبر سلسلہ	نام	علامت
۱	سکتہ	،
۲	وقفہ	؛
۳	رابطہ	:
۴	ختمہ۔ یا ڈیش	۔
۵	سوالیہ نشان	؟
۶	ندائیہ یا فجائیہ	!
۷	قوسین	( ) { } [ ]
۸	واوین	" "

یہ علامات دنیا کی ہر زبان میں استعمال ہوتی ہیں۔ ہاں ہر زبان میں ان کے نام بدلے ہوئے ہوتے ہیں اور کچھ کی شکلیں بھی بدلی ہوئی ہیں جیسے ختمہ کو انگریزی میں فل اسٹاپ Full Stop کہتے ہیں اور اس کی شکل نقطہ جیسی ہوتی ہے اردو میں اسے ختمہ کہتے ہیں اور اس کی شکل پڑے الف (۔) جیسی ہوتی ہے اسی طرح سکتہ کو انگریزی میں کوما Coma کہتے ہیں اور اس کی شکل (و) واؤ جیسی ہوتی لیکن اردو میں یہ علامت انگریزی کے مقابلے میں الٹی ہو جاتی ہے (،) بہر حال سبھی زبانوں میں یہ علامات استعمال کی جاتی ہیں۔ ذیل کی سطور میں بتایا جائے گا کونسی علامت کہاں استعمال ہوتی ہے۔

ا۔ سکتہ (،)

اس علامت کو انگریزی میں کوما یا کاما کہتے ہیں۔ اور اس کی شکل واؤ (و) جیسی ہوتی ہے اردو میں سکتہ کہتے ہیں۔ اردو میں اس کی شکل الٹی ہو جاتی ہے۔ یعنی الٹے واؤ (،) جیسی ہوتی ہے۔ جس کسی عبارت یا شعر میں ایک ہی قسم کے کلمے۔ (خواہ وہ قواعد کے اعتبار سے کچھ بھی ہوں) آرہے ہو تو ان کو الگ الگ کرنے کے لئے ہر دو کلموں کے درمیان سکتہ لگاتے ہیں۔ اور آخری کلمہ سے پہلے 'اور' یا 'یا' لکھتے ہیں۔ جیسے:

چمن میں چمبا، چنبیلی، گلاب اور گیندے کے پھول کھلے ہیں۔

۱۸۵۷ء میں پہلی جنگ آزادی میرٹھ، جھانسی اور کانپور میں لڑی گئی تھی۔

اشعار میں ایسے مقام پر سکتہ لگانا چاہیے جہاں مصرعے کے ٹکڑوں کو الگ الگ دکھانا ہو۔ جیسے غالبؔ دہلوی کا یہ شعر۔

دیر نہیں، حرم نہیں، در نہیں، آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گذر پہ ہم، غیر ہمیں اٹھائے کیوں؟

سکتہ کا استعمال ندائیہ الفاظ کے بعد بھی ہوتا ہے جیسے۔ جنابِ صدر، اے جانِ پدر وغیرہ

۲۔ وقفہ: (؛)

وقفہ کے لغوی معنی رکنا یا ٹھہرنا ہوتا ہے۔ مکمل طور پر ٹھہراؤ کے لئے ختمہ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ انگریزی میں اس کو فل اسٹاپ کہتے ہیں اور اس کی شکل نقطہ (.) جیسی ہوتی ہے۔ ہندی میں اس کو ویرام (विराम) کہتے ہیں۔ اور اس کی شکل الف کی طرح (۱) ہوتی ہے۔ لیکن جب مکمل ٹھہراؤ نہ ہو تو وقفہ کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کی شکل سکتہ کی طرح ہی ہوتی ہے فرق صرف ایک نقطے کا ہوتا ہے۔ یعنی سکتے کے نیچے ایک نقطہ اور لگا دیا جاتا ہے (؛)۔ اس کو انگریزی میں (Semi Coma) کہتے ہیں۔ جب عبارت میں کئی لفظوں کے درمیان کاما یا سکتہ کا استعمال ہو تو آخری

لفظ کے بعد وقفہ کا استعمال کرتے ہیں۔جیسے

دہلی، بمبئی، مدراس اور کلکتہ؛ بھارت کے سب سے بڑے شہر ہیں۔

۳۔رابطہ (:)

جب عبارت میں کسی کا قول لکھا جائے۔نظم یا نثر کی تشریح کی جاتی ہے وہاں رابطہ کی علامت کا استعمال کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ مثال سے پہلے اور لفظوں کے معنی لکھنے سے پہلے اس علامت کا استعمال کیا جاتا ہے۔جیسے ہندوستان کی قابل دید عمارتیں یہ ہیں: قطب مینار، تاج محل، آگرہ اور دہلی کا لال قلعہ وغیرہ

غالبؔ نے اپنے ایک خط میں اپنے شاگرد میر مہدی مجروحؔ کو لکھا: کیوں صاحب روٹھے ہی رہو گے یا منو گے بھی۔

۴۔ختمہ (۔)

اس کو انگریزی میں فل اسٹاپ (Full Stop) کہتے ہیں ۔اور انگریزی میں یہ ایک نقطے کی طرح (.) ہوتی ہے۔اردو میں یہ پڑے الف کی طرح (۔) ہوتا ہے۔اس کو ڈیش کہتے ہیں۔اس کا استعمال جملے کے پورا ہونے پر مکمل ٹھہراؤ کے لئے کیا جاتا ہے۔جیسے۔میں نے آج کھانا ایک بجے کھایا تھا۔کل تم دہلی گئے تھے۔ ہمارے دیش کا نام

بھارت ہے۔

۵۔واوین (” “)

جب عبارت میں ہم کسی کا قول بیان کرتے ہیں تو اس قول کے شروع اور آخر میں واوین کی علامت لگاتے ہیں۔لیکن قول اسی کے الفاظ میں نقل کیا جائے۔ ورنہ واوین لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔واویں کا استعمال اس لئے کیا جاتا ہے تاکہ پڑھنے والے کو معلوم ہو سکے۔کہ یہ کسی کا قول ہے اور اس عبارت سے الگ ہے اس کو انگریزی میں انورٹڈ کاما کہتے ہیں۔

۶۔ندائیہ

جب یہ علامت منادی کے ساتھ آتی ہے تو اسے ندائیہ کہتے ہیں ۔کسی کو اپنی طرف مخاطب کرنے کیلیۓ بھی اس کا استعمال کرتے ہیں۔جیسے اے قوم کے نونہالو!تم اور یہ کام۔جب جذبہ کی شدّت کی مناسبت سے اس کا استعمال کیا جاتا ہے تو اس کو فجائیہ کہتے ہیں۔افوہ!آج بہت تکلیف ہے اس کو ہندی میں سمبودھن چنیہ (सम्बोधन चिन्ह) کہتے ہیں۔

۷۔سوالیہ نشان (؟)

جب کسی جملے میں کوئی سوال کیا جائے تو اس کے آخر میں یہ نشان (؟) لگا دیتے ہیں ۔اس کو انگریزی میں (Question Mark)

کہتے ہیں۔ ہندی میں اس کو (प्रश्न वाचक चिन्ह) کہتے ہیں۔ جیسے

آپ کہاں رہتے ہو؟ تمہارا کیا نام ہے؟ تم کتنے سال کے ہو؟

وہ کہاں رہتا ہے؟ وغیرہ

۸۔قوسین ( ) { } [ ]

جملہ معترضہ یا دوسرے کی عبارت کو قوسین میں لکھا جاتا ہے۔ ہندی میں ان کو کوشٹک (कोष्टक) اور انگریزی میں (Bracket) کہتے ہیں۔ اس کی تین شکلیں ہوتی ہیں۔ پہلی شکل ( ) دوسری شکل { } تیسری شکل [ ]۔

جیسے امجد (میرا بھائی) آئی۔سی۔ایس میں کامیاب ہوا ہے۔

باب دوم
اردو تلفظ

کچھ تلفظ کے بارے میں

کسی زبان میں اس کا تلفظ ڈھانچے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ڈھانچہ متناسب ہے۔ تو جسم سڈول اور خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر ڈھانچہ متناسب نہیں ہے تو جسم دیکھنے میں خوبصورت نہیں ہوسکتا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ تلفظ کا تعلق بصارت سے نہیں سماعت سے ہے موسیقی اور شاعری کا تعلق بھی سماعت سے ہے۔ مدھر اور مہین رسیلی آواز میں اتنی پرکشش ہوتی ہے کہ اگر گانے والا سامنے نہ بھی ہو تو بھی ہم سننے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اس آواز کی جانب کھنچ جاتے ہیں۔ اگر یہ مدھر اور رسیلی آواز، تلفظ کے مطابق نہ ہو تو وہی پرکشش آواز بے ہنگی، پھوہڑ اور بھونڈی معلوم ہوتی ہے۔

دنیا کی ساری زبانوں میں اردو کو تلفظ کی وجہ سے ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس کی شیریں ادائی نے سب کے من کو موہ لیا ہے۔ اس کے حریف بھی اس کی شیریں ادائی کے قائل ہیں۔ اس کے کٹر مخالف بھی اس کے اشعار گنگنانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ان میں سے اکثر اردو الفاظ کے تلفظ کو صحیح ادا نہیں کرتے اور نہ ہی وہ ان الفاظ کے بارے میں جانتے ہیں۔

موجودہ دور میں جو حال اردو تحریر کا ہوا ہے وہی حال اردو تلفظ کا

ہے اس وجہ سے وہ زبان جو اپنی شیریں ادائی کے لئے مقبول خاص و عام رہی۔ وہ اس بگڑتے ہوئے تلفظ کی وجہ سے بھونڈی ہوتی جا رہی ہے اور آنکھوں میں ذلیل و خوار ہوتی جا رہی ہے۔ اپنی اس بات کو ان الفاظ میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ ایک خوبصورت حسینہ اپنی خوبصورتی کی وجہ سے دلوں کی حکمراں ہوتی۔ مگر اس حسین و جمیل کی آواز پھٹے بانس کی آواز کی طرح ہو تو اس وجہ سے وہ اپنے اصل مقام سے دور ہے گی یہاں ایک لطیفہ یاد آرہا ہے۔

آل انڈیا مشاعرہ ہو رہا تھا۔ شاعر آتے تھے اپنا کلام سنا کر چلے جاتے تھے۔ اناؤنسر نے ایک نام پکارا اور اس شاعر کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ اور اس میں مبالغہ بھی نہ تھا۔ حقیقت میں شاعری کے میدان میں وہ اتنا ہی قابل شاعر تھا۔ بہر حال اناؤنسر کے پکارنے پر اس شاعر نے بڑے پر تکلف انداز میں اپنا کلام شروع کیا۔ اس کی آواز کو سنتے ہی ایک صاحب لاٹھی لیکر اسٹیج کی طرف بڑھے۔ یہ دیکھ کر شاعر صاحب کو پسینہ آگیا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگے۔ تب اس لاٹھی والے آدمی نے کہا کہ واللہ آپ اپنا کلام پڑھتے رہئے۔ مجھے آپ سے کچھ نہیں کہنا۔ میں تو اُس آدمی کی خبر لوں گا کہ جس نے آپ کو بلایا ہے۔ جسے آدمی اور گدھے کی آواز میں فرق محسوس نہیں ہوتا۔

بہر حال یہ آواز ہی کا کمال ہے کہ کوئل کالی ہوتے ہوئے بھی اپنی سریلی آواز کیلئے اچھی سمجھی جاتی ہے۔

عربی اور فارسی کو چھوڑ کر اردو ہی وہ واحد زبان ہے۔ جس میں آواز کو ادا کرنے کے لئے حروف تہجی میں حروف موجود ہیں ۔ ج، ذ، ز، ظ، ض کے لئے ہندی میں صرف ایک لفظ (ज) ہے۔ جبکہ اردو فارسی اور عربی میں مندرجہ بالا حروف کے لئے الگ الگ آوازیں ہیں ۔ ان کے مخارج بھی الگ الگ ہیں۔ ہندی کے رنگ میں شرابور ہمارا اردو داں طبقہ بھی ان سب کی آوازوں کیلئے ایک ہی حرف (ज) کا ہی استعمال کرتا ہے۔ اسی طرح ث۔ س۔ ص کیلئے ۔ (स) کا استعمال ہوتا ہے۔ ب اور و کیلئے تو ब اور व ہیں۔ مگر بولنے والا صرف ب (ब) یا دونوں کیلئے و (व) کا استعمال کرتا ہے اس وجہ سے تلفظ بگڑتا جا رہا ہے۔ اس کی جانب دھیان دینے کی اشد ضرورت ہے۔

حروف کے مخارج کے بارے میں

مخرج

مخرج کے لغوی معنی نکلنے کے ہیں۔ یعنی منھ کے جس حصّے سے حرف کی آواز نکلتی ہے۔ وہ اس حرف کا مخرج ہوتا ہے۔

انسان کے منھ سے کسی مخرج محقق یا مقدر پر ٹھہرتے ہوئے خاص کیفیت کے ساتھ جو آواز نکلتی ہے اسے حرف کہتے ہیں مخرج کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں ہیں۔

نمبرا۔ ایک حرف اصلی ۲۔ حرف فرعی

حرف اصلی:

جس حرف کا مخرج معیّن اور مستقل ہوتا ہے اسے حرف اصلی کہتے ہیں

حرف فرعی:

جس حرف کا مخرج معیّن اور مستقل نہ ہو اس کو فرعی کہتے ہیں

مخرج کی قسمیں

ا۔ محقق:

جس حرف کی آواز مخرج پر ٹھہر جائے اسکو محقق کہتے ہیں۔

۲۔ مقدر:

جس حرف کی آواز مخرج سے نکل کر سانس پر ٹھہرے اس کو مقدر کہتے ہیں

مخرج محقق تین ہیں ۱۔ حلق ۲۔ لسان ۳۔ شفتین

مخرج مقدر دو ہیں۔ ۱۔ خیشوم ۲۔ جوف

اس طرح اصول مخارج پانچ ہوئے۔

۱۔ حلق ۲۔ لسان ۳۔ شفتین ۴۔ جوف ۵۔ خیشوم

زبان اور تالو سے تعلق رکھنے والے حروف کے مخارج

(''ق'' قاف اور ''ک'' کاف) کے مخرج میں احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ زبان کی نوک جب تالو سے مل جائے گی تو ''ق'' ادا ہوگا۔ اور جب زبان کی نوک منہ کی طرف ہٹ کر تالو سے لگے گی تو ''ک'' ادا ہوگا۔

زبان کی سائڈ یعنی کنارہ داڑھ سے مل کر ضاد (''ض'') ادا ہوگا۔

زبان کی سائڈ یعنی کنارہ جب مسوڑے سے ملے گا تو ''ل'' لام ادا ہوگا۔

زبان کا سرا جب تالو سے ملے گا تو نون (ن) ادا ہوگا۔

زبان کی پشت جب تالو سے ملے گی تو ''ر'' ادا ہوگا۔

لسان وستان سے تعلق رکھنے والے حروف کے مخارج

زبان کا سرا جب اوپر کے سامنے والے دانتوں کی جڑ سے ملے گا تو ط، د، اور ت ادا ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب زبان کی نوک اوپر نیچے کے دانتوں سے ملے اور بیچ کھلا رہے تو ز، س اور ص ادا ہوتے ہیں اوپر کے ہونٹوں کی تری نیچے کے ہونٹ کی تری سے ملے گی تو ب ادا ہوگی اوپر کے ہونٹ کی خشکی نیچے کے ہونٹ کی خشکی سے ملکر میم ادا ہوگی۔ جب دونوں ہونٹ آپس میں بالکل نہ ملیں بلکہ کچھ خلاء باقی رہے تو ''واؤ'' غیر مدہ کا مخرج ہوگا۔ حلق کی خالی جگہ سے الف اور بیچ زبان تالو کی جگہ سے یاء مدہ اور ہونٹ کی خالی جگہ سے واو مدہ ادا ہوتا ہے۔

یہاں حروف مدہ و حروف لین کے فرق کو بھی سمجھا دوں یاء ساکن سے جب واو ساکن پہلے زیر ہو تو انکو حروف مدہ کہتے ہیں واؤ ساکن و یاء ساکن سے پہلے زبر ہو تو حروف لین

حرف غنہ کا مخرج خیشوم یعنی ناک کا بانسہ ہے جو حروف ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ تو ان کے مخارج سے ان کی تمیز ہو جائے گی۔ مثلاً ت اور ط کا مخرج ایک ہی ہے۔ مگر صفت استعلاء اور صفت اطباق سے اعلیٰ درجہ کی تمیز ہو جائے گی۔ اور اگر یہ صفت حروف مذکورہ میں ادا نہ کی جائے

تو ص مثل س ظ مثل ت اور قاف مثل کاف (ک) ہو جائے گا ضاد اور ظا میں پہلا فرق یہ ہے کہ ان کے مخرج الگ الگ ہیں ضاد کی ادائیگی میں درازی ہوتی ہیں جبکہ ظا کی ادائیگی میں درازی نہیں ہوتی۔

نون ساکن اور تنوین میں اسماً اور رسماً فرق ہے پہلا فرق تو نام کا ہے دوسرے لکھنے کا تیسرے تنوین کلمہ کے آخر میں آتی ہے اور چوتھے تنوین اسم کی علامت ہے۔

حروف اور انکے مخارج

(الف) اردو حروف تہجی کا پہلا حرف ہے۔ زبان کی نوک اوپر کے دانتوں کی جڑ سے لگ کر حلق کی خالی جگہ سے ادا ہوتا ہے جیسے ''با'' کا الف

ب پ: اوپر کے سامنے والے دانتوں کی جڑ سے زبان کے لگنے پر ب پ ادا ہوتی ہیں۔

ت ٹ: زبان کی نوک اوپر کے سامنے والے دانتوں کی جڑ سے لگنے پر ادا ہوگی۔ دونوں ہونٹ کھلے رہیں گے۔

ث۔ زبان کی نوک اوپر کے سامنے والے دانتوں سے لگ کر بائیں جانب لگے گی ہونٹ کھلے رہیں گے۔

ج۔ زبان کا بیچ تالو سے لگ جائے تو ''ج'' ادا ہو جائے گی۔

چ۔ بھی اسی طرح ادا ہوگی۔

ح۔ درمیاں حلق سے ادا ہوتی ہے۔

خ۔ آخر حلق سے ادا ہوتی ہے۔

دڈ۔ زبان کی نوک اوپر کے سامنے والے دانتوں کی جڑ سے مل کر ہونٹ کھول کر ''د'' ''ڈ'' کی آواز نکلے گی۔

ذ۔ زبان کی نوک اوپر کے سامنے والے دانتوں سے لگ کر زبان کو تھوڑا خم دیکر ادا کی جائے گی۔

ر۔زبان کی نوک اوپر کے تالو سے لگ کر نکلے گی۔

ڑ۔زبان کی نوک اوپر کے تالو سے لگ کر نکلے گی۔

ز۔زبان کی نوک نیچے کے دانتوں سے لگ کر ادا ہو گی۔

ژ۔زبان کی نوک نیچے کے دانتوں سے لگ کر ادا ہو گی۔

س۔زبان کی نوک نیچے کے دانتوں سے لگ کر ادا ہو گی۔

ش۔زبان کی نوک بیچ تالو سے مل جانے پر ادا ہو گی۔

ص۔زبان کی نوک نیچے کے دانتوں سے لگ کر ادا ہو گا۔

ض۔زبان کا کنارا داڑھ سے مل کر ادا ہو گا۔

ط۔زبان کی نوک اوپر کے سامنے والے دانتوں کی جڑ سے ملکر اور ہونٹ کھول کر ''ط'' کی آواز نکلے گی۔

ظ۔زبان کی نوک اوپر کے سامنے والے دانتوں سے ملکر زبان کو تھوڑا خم دیکر ادا ہو گا۔

ع۔درمیان حلق سے عین (ع) ادا ہو گی۔

غ۔آخر حلق سے ادا ہو گی۔

ف۔اوپر کے دانتوں کا کنارا نیچے کے ہونٹوں سے ملکر فا، کی آواز نکلے گی۔

ق۔زبان کی جڑ اوپر کے تالوں سے لگ کر ''ق'' کی آواز نکلے گی۔

ک گ۔ زبان کی جڑ اوپر کے تالوں سے لگ کر "ک" "گ" کی آواز نکلے گی۔

ل۔ زبان کا کنارا مسوڑھے سے ملکر ادا ہوگا آخر تک ہونٹ کھلے رہیں گے۔

م۔ دونوں ہونٹ ملکر "م" کی آواز نکلے گی اور ہونٹ بند ہو جائیں گے۔

ن۔ زبان کا سرا تالو سے ملکر نون کی آواز نکلے گی۔

و۔ دونوں ہونٹوں کی سائڈس ملکر اور بیچ کھلا رہ کر "وٗ" کی آواز نکلے گی۔

تلفظ بگڑنے کے اسباب

ا۔اردو کے ساتھ سرد مہری۔

میری رائے میں اردو تلفظ کے بگڑنے کی اصل وجہ اس کے ساتھ سرد مہری کا برتاؤ ہے۔آج نہ ہم اردو سیکھتے ہیں اور نہ پڑھتے ہی ہیں۔اگر بولنے کا اتفاق ہوتا بھی ہے تو اپنی قابلیت کا اظہار کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ انگریزی الفاظ پر زور دیتے ہیں۔جبکہ عربی اور فارسی کو چھوڑ کر کسی بھی زبان میں تلفظ پر اتنا زور نہیں دیا جاتا جیسا کہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔اردو میں ایک ہی آواز والے س،ص اور ث ہیں۔

اردو میں ان تینوں حرفوں کی آوازیں بھی الگ الگ ہیں ان کے مخرج بھی الگ الگ ہیں۔مگر اردو اور فارسی کے علاوہ ان سب کے لئے ایک ہی حرف کا استعمال ہوتا ہے۔وہ بھی س یا ش کا۔اور وہ اس کو معیوب نہیں سمجھتے۔اس لئے کوئی ٹوکتا بھی نہیں ہے اور نہ دوسری زبانوں کے جاننے والوں کو برا ہی لگتا ہے۔اسی طرح ان کے نزدیک ذ،ز،ض،ظ کیلئے اکیلا 'ج' ہی کافی ہے کچھ بھی بولو تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔اس لئے نہ کوئی ان کے تلفظ پر زور دیتا ہے اور نہ اصلاح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اگر اتفاق سے کوئی ٹوک بھی دیتا ہے تو ہوا کے بھس کی طرح اڑا دیتا ہے۔اس وجہ سے تلفظ بگڑتا جا رہا ہے۔

۲۔ ہندی کا کثرت سے استعمال:

اردو کا تلفظ بگاڑنے میں ہندی اور ہندی کے پجاریوں نے اہم رول ادا کیا ہے۔ کیونکہ ہندی میں تلفظ پر کوئی دھیان نہیں دیتا۔ حالانکہ ہندی میں بھی س اور ش کیلئے स और श الگ الگ حروف ہیں۔ دونوں میں کھلا فرق ہے۔ لیکن پابندی نہ ہونے کی وجہ سے ہندی کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی स جگہ श اور श کی جگہ स کا ہی استعمال کرتا ہے اس کے علاوہ ذ، ز، ض، ظ کے تلفظ کیلئے (ज) کے نیچے نقطہ لگانے کی ہدایت ہے۔ مگر آج کا طبقہ ایسا نہیں کرتا۔ اس وجہ سے ہندی کا تو تلفظ بگڑ گیا۔ اور ہندی کا استعمال کثرت سے ہو رہا ہے۔ اس لئے اردو داں طبقہ بھی ہندی کا استعمال کر رہا ہے اور تلفظ پر دھیان نہیں دیتا۔ اس وجہ سے اردو کا تلفظ آئے دن بگڑتا ہی جا رہا ہے۔

۳۔ لاپرواہی

تلفظ بگڑنے کی ایک وجہ ہماری لاپرواہی بھی ہے۔ ہم اگر کسی حرف کا تلفظ غلط بول جاتے ہیں۔ حالانکہ اس جملے کو ٹھیک کر کے دوبارہ بولیں اور جس حرف کا غلط تلفظ بولا تھا اس کو ٹھیک طرح سے ادا کریں مگر ایسا کرنے میں ہم ندامت محسوس کرتے ہیں اور یہی حال جب ہوتا ہے جب کوئی کسی حرف کا غلط تلفظ کرتا ہے تو ہم بھی اپنی لاپرواہی کی وجہ سے

اسے نہیں ٹوکتے اور نہ اس کی اصلاح ہی کرتے ہیں بلکہ کہہ دیتے ہیں۔ بھئی ہندی کا دور ہے اور ہندی میں کوئی تلفظ نہیں ہے۔ اور یہی حال ہمارے گھروں کے بچوں کا ہے اکثر غلط تلفظ کرتے ہیں تو ماں، باپ یا بڑے بہن، بھائی نہ ٹوکتے ہیں اور نہ اس کی اصلاح کرتے ہیں۔ اگر گھر میں کسی نے ٹوک دیا یا تلفظ کی اصلاح کروانے کی کوشش کی۔ تو دادا، دادی لاڈ میں آکر کہتے ہیں ابھی بچہ ہے یا بچی ہے بڑے ہو کر خود ٹھیک ٹھاک بول لے گا۔ جب کہ ہزار دو ہزار میں ایک دو بچے ایسے ملتے ہیں جو بڑے ہو کر تلفظ کو ٹھیک کرتے ہیں ورنہ بچے کی غلط بولنے کی عادت پختہ ہوتی چلی جاتی ہے اور ہزار کوشش کے اصلاح ناممکن ہے۔ اس وجہ سے بھی تلفظ بگڑ رہا ہے۔

۴۔ تعلیم کی کمی۔

ہمارے یہاں خاص طور سے مسلمانوں میں تعلیم کی نہایت کمی ہے اور تعلیم نسواں تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ جبکہ ماں کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے۔ ماں کے ان پڑھ ہونے پر ماں بچے کی تعلیم پر دھیان نہیں دیتی ہے تلفظ کی تو بات ہی دور ہے۔ بچہ سب سے بڑا انقال ہے۔ گھر میں اپنے بڑوں کو جیسا کرتا یا بولتا دیکھتا وہ ویسا ہی کرتا ہے اسی لئے تلفظ بگڑتا جا رہا ہے۔

۵۔ ہمارے اساتذہ کی کوتاہی۔

حالانکہ حکومت اتر پردیش نے پرائمری اور جونیر ہائی اسکول میں اردو اساتذہ کا تقرر کیا ہے۔ لیکن وہ اساتذہ جو اردو ٹیچرس کہلانے کا شرف حاصل کر چکے ہیں وہ خود اردو میں نہ تو قابلیت رکھتے ہیں۔ نہ ہی ان کو اردو بولنے کی مہارت ہے۔ نہ وہ ٹرینڈ ہیں۔ لسانیات سے تو واقف ہی نہیں۔ اکثر نے لسانیات پڑھی ہی نہیں اس لئے نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ لسانیات ہے کیا چیز؟ اس لئے وہ حروف تہجی کے مخارج اور ان کی آوازوں تک سے واقف نہیں یعنی ان کے نزدیک ج، ذ، ز، ظ، ض سب برابر ہیں اور ج کی آواز سے ہی سب کا کام چلانے والے اساتذہ کیسے اپنے شاگردوں کے تلفظ کو درست کر پائیں گے؟ جبکہ ان کا تلفظ بھی اصلاح طلب ہے اس لئے اردو کا تلفظ اور زیادہ بگڑ جا رہا ہے۔

غلط تلفظ سے نقصانات

میں نے سابقہ اوراق میں بیان کیا ہے کہ کسی زبان میں تلفظ کی حیثیت ڈھانچہ کی مانند ہوتی ہے۔ اگر ڈھانچہ متناسب اور گھٹا ہوا ہے تو جسم سڈول ہوگا اور دیکھنے میں خوبصورت۔ ورنہ اس کے برخلاف ہوگا ہماری زبان اردو اپنی شیریں ادائی کیلئے مشہورِ زمانہ ہے محض اپنے مخصوص تلفظ کی بنا پر اس مرتبہ پر پہنچی ہے کہ دنیا کی ساری زبانوں میں شیریں زبان مانی جاتی ہے۔ اگر اردو سے اس کا تلفظ لے لیا جائے تو اس کی یہ شان مٹ جائے گی۔ دوسری طرف اردو املا بھی غلط ہو جائے گا۔ الفاظ کے معنی بھی کچھ سے کچھ ہو جائیں گے مطلب بھی کچھ کا کچھ ہو جائے گا۔ جلیل کہنے پر کسی انسان کو باعزت بتانا چاہ رہے ہیں اور کہہ دیں ذلیل تو رسوا۔ قابل نفرت سمجھا جائے گا۔ اور ایسا اور اتنا بڑا فرق صرف ایک حرف کے غلط تلفظ کی بنا پر ہوا۔ یعنی ہم نے "ج" کی جگہ "ذ" بول دیا۔ اگر ہمارا مخاطب ہمارے سامنے ہے اور زبان کی کچھ سدھ بدھ رکھتا ہے تو اپنی بے عزتی تصور کرے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ مارنے مرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔

ایک اور مثال دیکھئے

کسرت اور کثرت

ک+س+ر+ت کسرت کے معنی ورزش کے ہیں لیکن اگر ہم نے س کی جگہ ث کا استعمال کر دیا تو اس کے معنی زیادتی یا بہتات کے ہو جائیں گے۔ ذرا سی تبدیلی سے مطلب کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح

س اور ش کے تلفظ میں

سام ایک ملک کا نام ہے اور شام۔ سورج چھپنے کا وقت

ک اور ق کا فرق

کاش بمعنی اگر اور قاش بمعنی پھانک یا ٹکڑا

خ اور کھ کا فرق

خدا بمعنی اللہ اور کھدا بمعنی پھاوڑے یا کدال سے کھودا ہوا۔

اگر ہم کہنا چاہ رہے ہیں کہ خدا سب سے بڑا ہے اور ہم نے خ کی جگہ کھ بول دیا تو سمجھ لیجیے کیا مطلب ہوگا۔

اس سے ثابت ہے کہ تلفظ اردو کے لئے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ اردو بہت سی زبانوں کا مرکب ہے اور ہر زبان کے لفظ کا اس زبان میں مخصوص املا ہے۔ اور اردو میں اگر کوئی لفظ کسی زبان سے لیا گیا ہے تو اسی املے کے ساتھ لیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر اعلیٰ، مصلیٰ وغیرہ۔ صحیح املا

لکھنے یا بولنے سے قاری اور سامع اس کا صحیح مطلب سمجھے گا۔ اور اگر تلفظ غلط ہو جائے تو املا بھی غلط ہو جائے گا اور مطلب بھی کچھ کا کچھ ہو جائے گا۔

غلط تلفظ سے اردو کی شان ہی مٹ جائے گی

اردو کی پہچان اس کا رسم الخط۔ خط نستعلق ہے۔ اور اس کی شان اس کا تلفظ ہے اگر بولنے میں ہم نے تلفظ کا دھیان نہیں رکھا۔ تو اردو کی شان ختم ہو جائے گی۔ اس کی جلا جاتی رہے گی۔ اس کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ جیسے خداداد حسن کی ملکہ کو کسی جوکر کا لباس پہنا دیا جائے تو یہ لباس اس کے حسن خداداد کو بھی مٹا دے گا۔ اور وہ حسن کی ملکہ بھونڈی دکھائی دینے لگے گی بنا تلفظ کے یہی حال اردو کا ہوگا۔ اس لئے اردو والوں سے التجا ہے کہ وہ اردو کی شان کو برقرار رکھنے کیلئے ٹھیک تلفظ کر کے اردو کی شان کو بچائیں۔ اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک ایک حرف کا صحیح تلفظ ادا کیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا تو اردو کی شان ہی مٹ جائے گی۔ غلط تلفظ سے ہونے والے چند نقصانات یہ ہیں

(۱) املا غلط ہو جائے گا

جو لفظ جس طرح بولا جائے گا۔ وہ اسی املے سے لکھا جائے۔ اگر ہم نے تلفظ پر دھیان نہ دیا۔ تو سننے والا مطلب کچھ کا کچھ سمجھے گا۔ اور لکھنے والا لفظ غلط لکھے گا۔ اس کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے ہمیں کسی بہادر انسان کی بہادری اور طاقت کو دکھانے کیلئے شیر کہنا ہے اور ہم نے شیر کا

تلفظ سیر بول دیا تو املا بھی غلط اور مطلب بھی کچھ کا کچھ ہو جائے گا۔ ایک دوسری مثال ملاحظہ ہو اگر ہم کہیں آج تو خیر ہو گئی'' یہاں ہم خیر کی جگہ کھیر بول دیں املا تو غلط ہو گا ہی مطلب بھی غلط ہو جائے گا۔

(۲) مطلب کا بدلنا

''دنیا میں سارے فساد کی جڑ زر۔ زن اور زمین ہے'' ہمیں یہ جملہ بولنا ہے اس میں ہم نے ''ز'' کی جگہ ''ج'' کا استعمال کیا تو اب ہمارا مندرجہ بالا جملہ اس طرح ہو جائے گا کہ دنیا میں سارے فساد کی جڑ جر، جن اور جمین ہے بتائیے اس جملہ کا کیا مطلب ہو گا۔ پورا جملہ ہی مہمل ہو جائے گا ''قد'' کو ''کد'' بولیں تو مطلب فوراً بدل جائے گا۔ قاش کو کاش بولیں تو بھی یہی حال ہو گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہمارا تلفظ ٹھیک ہو۔ تاکہ مطلب میں تبدیلی نہ ہونے پائے۔

(۳) الفاظ کی ساخت بگڑ جائے گی

تلفظ کے بگڑنے سے اس میں استعمال ہونے والے لاتعداد الفاظ کی ساخت بگڑ جائے گی۔ جیسے 'مصلیٰ'۔ اگر اس کا تلفظ 'مسلا' بولا جائے تو کوئی بھی اس کو جا نماز نہیں سمجھے گا۔ کیونکہ ہر چیز اپنی ساخت سے پہچانی جاتی ہے اور جب ساخت ہی بگڑ جائے گی۔ تو کوئی اس کو کیسے پہچانے گا۔

جیسے لفظ نعش بمعنی لاش کے استعمال ہوتا ہے۔اس کو اسی طرح کے تلفظ سے بولیں یا لکھیں تو ہر آدمی جان جائے گا کہ بولنے والے کا منشا ر لاش سے ہے اور اگر اس کو ناش بولا جائے تو ساخت بگڑ گئی اور اس کو کوئی نعش کی حیثیت سے نہیں جان سکتا۔

(۴) اردو دشمن عناصر کا منصوبہ پورا ہونا

اردو دشمن عناصر اردو کو ہر طرح سے مٹانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس کے لئے طرح طرح کے ہتھ کنڈے اور تدبیریں کر رہے ہیں۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہندی الفاظ کو نستعلق خط میں لکھا جائے جس سے اردو کا نام تو رہے۔تا کہ بدنام نہ ہوں مگر اردو کی روح مر جائے۔اور بغیر روح کے جسم مردہ ہو جاتا ہے اس طرح اردو رہے گی مگر مردہ بنکر۔ہندی میں اپنا تلفظ ہے مگر اردو دشمنی میں اس تلفظ کو بھی چھوڑ دیا۔تلفظ کی غلطیوں سے بچنے کیلئے ہمارا اردوداں طبقہ بھی زیادہ سے زیادہ ہندی الفاظ کا استعمال کر رہا ہے نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ اردو تلفظ ہی نہیں بلکہ اردو ہی مٹ رہی ہے اور ہندی کا بول بالا ہو رہا ہے اس طرح اردو دشمن عناصر کا منصوبہ پورا ہو رہا ہے۔

(۵) مذہب میں دخل اندازی

تلفظ بگڑنے سے صرف زبان یا اس کی ساخت پر ہی اثر نہیں پڑتا۔بلکہ اس سے مذہب بھی اچھوتا نہیں رہتا۔مثال کے طور پر خدا اللہ تبارک

وتعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اگر اس کا تلفظ بگڑ جائے اور انسان اسے بگڑے تلفظ کے ساتھ بولے تو بات کہیں سے کہیں پہنچ جائے گی۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں سے ایک نام مصطفٰے ہے۔ اگر اس میں ص اور ط کا تلفظ 'س' اور 'ت' سے کیا جائے تو یقیناً یہ بات بھی اسی جگہ پہنچ جائے گی۔ جہاں خدا کا تلفظ بگڑنے پر پہنچی۔ اس طرح ہزار ہا الفاظ اور خاص طور پر عربی اور فارسی کے الفاظ ایسے ہیں۔ جن کا غلط تلفظ ہونے سے سیدھا مذہب اور ایمان پر اثر پڑتا ہے۔

تلفظ سدھارنے کی تدابیر

انسان کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ یعنی سب نہیں تو بہت کچھ تو کر سکتا ہے ۔ لیکن شرط کچھ کرنے کا جذبہ دل میں ہونا ضروری ہے اور اس کرنے میں لگن کا ہونا شرط ہے۔ اپنے کو مجبور و بے بس کہنے والا انسان اس جذبہ اور لگن کی بدولت چاند اور دیگر سیاروں تک چھلانگ لگا رہا ہے۔ سمندر کے اندر گھس کر سمندروں کے پوشیدہ رازوں کو ہویدا کر رہا ہے تو اس انسان کے لئے تلفظ سدھارنا کیا مشکل ہے۔ صرف حوصلہ و استقلال چاہیے۔ وہ انسان جو حروف تہجی کے بہت سے حروف (خاص طور پر ایک سی آواز والے حروف) کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ مجھ سے ادا ہی نہیں ہو سکتے اور ان کی آوازوں میں مجھ سے فرق ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن عربی پڑھتا ہے تو ایک ایک حرف کی آواز الگ الگ اور صحیح نکالتا ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟ اساتذہ کی کوششوں سے کیونکہ عربی اساتذہ حرف کے مخرج اور اس کے صحیح تلفظ سے صرف واقف ہی نہیں ہوتے بلکہ اس میں مہارت رکھتے ہیں۔ اس پر کاربند رہتے ہیں۔ اور دوسرے بچوں میں حوصلہ و استقلال پیدا کرتے ہیں۔

میری رائے میں مندرجہ ذیل تدابیر سے تلفظ سدھارا جا سکتا ہے۔

ا۔اردو کا کثرت سے استعمال کیا جائے

ایک کہاوت ہے’’ کار بہ کثرت ‘‘یعنی جو کام زیادہ کیا جائے اس کی پریکٹس ہو جاتی ہے۔اس لئے’’ تلفظ‘‘ کو درست کرنے کیلئے ہم سب کو اپنے روزانہ کے بول چال میں اردو کا ہی استعمال کرنا چاہیے۔جب اردو کثرت سے بولی جائے گی پڑھی اور لکھی جائے گی۔تو تلفظ میں سدھار بڑی حد تک خود بخود ہو جائے گا۔غلط تلفظ پر روک ٹوک بھی ہوگی۔ایک لفظ کو بار بار بولنے سے تلفظ پر یقیناً اچھا اثر پڑے گا۔اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ اردو پڑھیں۔لکھیں اور بولیں اردو تقاریر اور بیت بازی کے پروگرام چلائیں۔اس سے سامعین اپنے تلفظ پر کچھ نہ کچھ دھیان دیں گے اور کسی نہ کسی حد تک اس میں سدھار آجائے گا۔

۲۔اردو تدریس پر زور دیا جائے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ اردو پڑھنے میں ہم میں سے بہت سے احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں بلکہ شرم محسوس کرتے ہیں۔لہٰذا سب سے پہلے ہمیں ایسے بچوں بچیوں اور جوانوں میں سے اس احساس کمتری اور شرم کو نکالنا ہوگا۔بچوں اور بچیوں کے والدین یا سرپرستوں کو داخلہ کے وقت زیادہ سے زیادہ تلقین کی جائے کہ وہ اپنے بچوں اور بچیوں کو اردو ضرور دلائیں اور ایسے اسکولوں اور کالجوں کے انتظامیہ کو مجبور کیا جائے کہ

وہ اردو کی تعلیم کا انتظام کریں۔ اور اردو کو شجر ممنوعہ نہ سمجھیں۔ اردو پڑھنے والے طلبہ کو انعام و وظائف سے نوازیں۔ ایسے اساتذہ جو اردو میں ہر طرح کی قابلیت رکھتے ہیں۔ انٹرویو کے وقت اور خاص طور پر اردو تلفظ پر خاص دھیان دیں۔ قابل اور ٹرینڈ استادوں کے زیر تعلیم رہکر ہمارے بچوں کا تلفظ یقیناً ٹھیک ہو جائے گا۔

۳۔ تعلیم نسواں کو فروغ

ماں کی گود کو بچہ کی سب سے پہلی درسگاہ کہا گیا ہے مگر ہماری بدقسمتی سے مسلم سماج میں خواتین کی تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس لئے ہمارے بچوں میں وہ سلیقہ و سنجیدگی نہیں آپاتی جو پڑھے لکھے گھر کے بچوں میں ہوتی ہے کیونکہ جب ماں ہی کسی چیز کو نہ جانے گی تو وہ اپنے بچے کو کیسے اور کیا بتائے گی؟ اس کے برعکس اگر ماں تعلیم یافتہ ہے تو وہ بچے کو صحیح تربیت دے گی۔ ان کے بچے تعلیم میں تو آگے ہوتے ہی ہیں۔ ان کا لب و لہجہ اور تلفظ دور سے بتا دیتا ہے کہ وہ تعلیم یافتہ گھر کا بچہ ہے۔

۴۔ دوسری زبانوں کے الفاظ کے استعمال میں بھی تلفظ کا دھیان رکھیں

تلفظ کو سدھارنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم چاہے کسی بھی زبان کے الفاظ کا استعمال کر رہے ہوں۔ ان میں بھی ہم ان کے تلفظ

کا دھیان رکھیں تا کہ ہمیں ہر لفظ کو ٹھیک ادا کرنے کی عادت پڑ جائے گی۔

۵۔اساتذہ کا لسانیات سے واقف ہونا

ویسے تو پرائمری اور جونیر اور ثانوی درجات کو پڑھانے والے استاد ٹرینڈ گریجویٹ ہوتے ہیں۔ان اساتذہ صاحبان کو دی جانے والی ٹرینگوں میں جیسے۔بی ٹی سی، بی ایڈ اور ایم ایڈ میں لسانیات کو ضروری مضمون کی حیثیت سے پڑھایا جائے۔تا کہ ہمارے اساتذہ اور طلبہ و طالبات الفاظ کے مخارج سے واقف ہو جائیں۔ان کی آوازیں ٹھیک ٹھیک نکال سکیں گے۔حروف کے تلفظ کو پہچان کر صحیح انداز میں ادا کر سکیں گے۔مگر آج حالات یہ ہیں کہ تعلیمی درجات کی تو بات ہی الگ ہے ٹرینگ کلاسسز میں بھی لسانیات نہیں پڑھائی جاتی۔آج پرائمری اور جونیر درجات کو اردو پڑھانے والے اساتذہ میں سے زیادہ تر اساتذہ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ لسانیات ہے کیا چیز؟ایسی حالت میں وہ اپنے شاگردوں کو کیا بتائیں گے؟

۶۔عربی اساتذہ سے مدد لی جائے۔

دنیا کی تقریباً ساری زبانوں کا تلفظ بگڑتا جارہا ہے مگر آج بھی عربی کے الفاظ کے تلفظ میں ذرہ برابر کمی نہیں آئی ہے جب قاری قرأت کرتا ہے تو ایک ایک حرف کا مخرج اور اس کی آواز الگ الگ پہچانی جاسکتی ہے۔اس لئے شروع میں عربی اور قرأت کے اساتذہ کی مدد لی جائے۔

باب سوم
قواعد
اردو

قواعد

قواعد قاعدہ کی جمع ہے۔قواعد وہ علم ہے جو کسی زبان کا ٹھیک ٹھیک بولنا۔لکھنا سکھاتا ہے۔وہ اس زبان کی قواعد کہلاتا ہے اردو میں اس کو قواعد۔ ہندی میں ویا کرن (व्याकरण)اور انگریزی میں گرامر کہتے ہیں۔

قواعد اردو

وہ علم جس سے اردو کا ٹھیک ٹھیک بولنا اور لکھنا آئے۔اسے قواعد اردو کہتے ہیں۔ ہم زبان سے لاکھوں الفاظ بولتے ہیں۔ وہ کلمہ ہیں یا مہمل۔اور اگر کلمہ ہیں تو وہ اسم ہیں یا ضمیر۔صفت ہیں یا فعل یا حرف اس بات کو قواعد اردو بتاتی ہے۔لفظوں سے جملے بنتے ہیں۔ جملے میں پہلے کیا آئے؟اور کس کے بعد کیا آئے؟اس کو بھی قواعد بتاتی ہے۔

اس لئے قواعد اردو اردو کو ٹھیک بولنے اور لکھنے کیلئے بہت ضروری ہے۔(بغیر) قواعد کے زبان ایک عریان جسم ہے۔

حرف

ہمارے منھ سے جو خاص کیفیت کے ساتھ آواز نکلتی ہے وہ حرف کہلاتی ہے۔
جیسے الف ب پ وغیرہ

لفظ

حرفوں کے مجموعہ کو لفظ کہتے ہیں۔ جیسے عادل۔ آم۔ رات۔ سورج وغیرہ

لفظ کی قسمیں

لفظ کی دو قسمیں ہیں ا۔ کلمہ ۲۔ مہمل

کلمہ:۔ معنی دار لفظ کو کلمہ کہتے ہیں: جیسے پانی۔ بوٹی۔ قلم وغیرہ
مہمل: بے معنی الفاظ کو مہمل کہتے ہیں جیسے۔ وانی۔ ووٹی۔ بلم وغیرہ

کلمہ کی قسمیں

کلمہ کی پانچ قسمیں ہیں۔

ا۔ اسم　　۲۔ ضمیر　　۳۔ صفت

۴۔ حرف　　۵۔ فعل

اسم

اسم وہ کلمہ ہے جس سے کسی شخص چیز یا جگہ کا نام سمجھا جائے۔

جیسے: رام۔ رامپور۔ ریڈیو وغیرہ

اسم کی اقسام

اسم کی پانچ قسمیں ہیں

۱۔ اسم خاص یا معرفہ

وہ اسم ہے جو کسی خاص شخص، چیز یا جگہ کا نام ہو۔

جیسے: نعیم۔ گنگا۔ سنبھل وغیرہ

۲۔ اسم عام یا نکرہ

وہ اسم ہے جو کسی عام شخص چیز یا جگہ کا نام ہو۔

جیسے: لڑکا، ریڈیو، شہر وغیرہ

۳۔ اسم جمع

وہ اسم ہے جو بہت سے شخصوں۔ چیزوں کیلئے بولا جائے جیسے

قافلہ، فوج یا گروہ وغیرہ

۴۔اسم مادّہ

وہ اسم ہے جو کسی مادہ کو ظاہر کرے۔ جیسے: سونا۔ چاندی وغیرہ

۵۔اسم کیفیت

وہ اسم ہے جس سے کوئی خاص حالت یا کیفیت کا علم ہو۔
جیسے: گرمی۔ نرمی۔ ایمانداری وغیرہ

اسم معرفہ یا خاص کی اقسام

اسم معرفہ کی چھ قسمیں ہیں۔

ا۔علم

وہ اسم ہے جو کسی خاص شخص۔ چیز یا جگہ کا نام ہو۔
جیسے: عادل۔ نعیم۔ کہکشاں۔ گلفشاں وغیرہ

۲۔خطاب

وہ اسم ہے جو کسی بادشاہ۔ سرکار یا حاکم کی طرف سے لوگوں کو عطا کیا جاتا ہے۔

جیسے شمس العلمار، مجاہد دوراں اور تیس مار خاں وغیرہ

۳۔لقب

وہ وصفی نام ہے۔ جو کسی خاص وصف یا خصوصیت کی بنا سے مشہور ہو جاتا ہے۔ جیسے: کلیم اللہ وغیرہ

۴۔عرف

وہ نام ہے جو محبت یا حقارت کی وجہ سے مشہور ہو جاتا ہے۔
جیسے: کلو، چھدا وغیرہ

۵۔ کنیت

وہ اسم ہے جو رشتہ کے تعلق سے اصلی نام کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔

جیسے: ابوالقاسم۔ ابنِ حشام وغیرہ

۶۔ تخلص

وہ اسم ہے جس کو شاعر اصلی نام کی جگہ استعمال کرتا ہے۔
جیسے غالبؔ، میرؔ، دردؔ اور جگرؔ وغیرہ

اسم عام یا نکرہ کی قسمیں

اسم عام یا نکرہ کی پانچ قسمیں ہوتی ہیں

ا۔اسم ظرف

وہ اسم ہے۔جس میں جگہ، وقت کے معنی پائے جائیں۔

جیسے: میدان، گھر، مدرسہ یا سال وغیرہ

۲۔اسم آلہ

وہ اسم ہے جو اوزار، ہتھیار کے معنی میں استعمال ہو۔

جیسے: چاقو، قینچی یا تلوار وغیرہ

۳۔اسم تصغیر۔

وہ اسم ہے جس میں چھوٹائی کے معنی پائے جائیں۔

جیسے: پیالے سے پیالی، دیگ سے دیگچی وغیرہ

۴۔اسم مکبّر یا تکبیر

وہ اسم ہے جس میں اصلی حالت کی نسبت بڑائی پائی جائے۔

جیسے: پگڑی سے پگڑ لکڑی سے لکڑ وغیرہ

۵۔اسم صوت

وہ اسم ہے جو آواز کیلئے استعمال ہو جیسے کوّے کی آواز کاؤں کاؤں، بلّی کی آواز میاؤں میاؤں وغیرہ

بناوٹ کے اعتبار سے اسم کی قسمیں

بناوٹ کے اعتبار سے اسم کی تین قسمیں ہیں

ا۔ جامد

وہ اسم ہے، جو نہ تو کسی کلمے سے بنا ہو اور نہ اس سے کوئی کلمہ بنے

جیسے: قلم دوات وغیرہ

۲۔ مصدر

وہ اسم ہے، جو خود تو کسی سے بنا نہ ہو۔ مگر اس سے کلمات بنیں۔

جیسے: آنا، جانا اور لکھنا وغیرہ

۳۔ مشتق

وہ اسم ہے، جو مصدر سے بنا ہو۔

جیسے: آنے والا۔ لکھا ہوا۔ چلتے پھرتے وغیرہ

لوازم اسم

جنس: جس سے کسی کا نر یا مادہ ہونا معلوم ہو

تعداد: جس سے گنتی معلوم ہو

حالت: جملے میں اسم کا جو تعلق دوسرے اسم یا فعل کے ساتھ ہو اسے حالت کہتے ہیں

جنس کی قسمیں

مذکّر : وہ اسم ہے جس سے اسم کا نر ہونا معلوم ہو۔ جیسے لڑکا، بکرا اور آدمی وغیرہ

مونث: وہ اسم ہے جس سے اسم کا مادہ ہونا معلوم ہو جیسے: لڑکی، بکری اور عورت وغیرہ

واحد: وہ اسم ہے جس سے ایک ہی چیز شخص یا جگہ سمجھی جائے۔ لڑکا، بکری وغیرہ

جمع: وہ اسم ہے جس سے ایک ہی قسم کی بہت سی چیزیں سمجھی جائیں۔
جیسے: لڑکے، بکریاں وغیرہ

ضمیر

وہ الفاظ جو اسم کے بدلے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ضمیر کہلاتے ہیں جیسے: میں۔ تم اور وہ۔ 'میں' میرے نام کی جگہ 'تم' تمہارے نام کی جگہ 'وہ' اس کے نام کی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔

ضمیر کی اقسام

ضمیر کی پانچ قسمیں ہیں۔

۱۔ ضمیر شخصی

وہ ضمیر ہے جو کسی خاص شخص یا اسم معرفہ کی جگہ استعمال ہو۔

جیسے ہم۔ آپ اور وہ وغیرہ

۲۔ ضمیر اشاری

وہ ضمیر ہے جو اشارے کیلئے استعمال کیا جائے۔ جیسے: یہ۔ وہ وغیرہ

۳۔ ضمیر استفہامیہ: وہ ضمیر ہے جس کے ذریعے کوئی بات پوچھی جائے یعنی سوال کیا جائے۔ جیسے: کب۔ کون۔ کتنے وغیرہ

۴۔ ضمیر موصولہ

وہ ضمیر ہے جو کسی اسم کے بجائے آئے اور اس کے ساتھ ایک

جملہ (جس کو صلہ کہتے ہیں) کا آنا ضروری ہے۔

جیسے: جو آدمی کل آیا تھا وہ مر گیا میں "جو" موصولہ ہے۔

۵۔ ضمیر تنکیری: وہ ضمیر ہے جو کسی غیر معین اسم کے بدلے استعمال ہو۔ جیسے کوئی آرہا ہے میں "کوئی" ضمیر تنکیری ہے۔

ضمیر شخصی کی اقسام

متکلم: بات کرنے والے کو کہتے ہیں۔ جیسے میں ہم وغیرہ

حاضر: جس سے بات کی جائے۔ جیسے تم تو وغیرہ

غائب: جس کے بارے میں بات کہی جائے۔ جیسے وہ وغیرہ

صفت

وہ الفاظ جو اسم یا ضمیر کی اچھائی یا برائی کو ظاہر کرتے ہیں صفت کہلاتے ہیں جیسے لال پھول، خوبصورت بچہ اور بڑا گھر میں ''لال'' ''خوبصورت'' اور ''بڑا'' صفت ہے۔

صفت کی قسمیں

صفت کی پانچ قسمیں ہیں۔

ا۔ صفت ذاتی یا مشبہ: وہ صفت ہے جس سے کسی چیز کی ذات کی ظاہری باطنی یا برائی یا بڑائی ظاہر ہو۔ جیسے: چالاک۔ ہوشیار۔ ذہین۔ گندہ وغیرہ

۲۔ صفت نسبتی: وہ صفت ہے۔ جس سے کسی چیز کا تعلق پایا جاتا ہے۔ جیسے: بحری۔ سنبھلی۔ پاکستانی۔ پہاڑی وغیرہ

۳۔ صفت عددی: یا تعدادی: وہ صفت ہے جس سے کسی چیز کی گنتی معلوم ہو۔ جیسے: پانچ سیب۔ چار کتابیں وغیرہ

۴۔ صفت مقداری: وہ صفت ہے جس سے کسی چیز کا وزن یا پیمائش معلوم ہو۔ جیسے: دو لیٹر دودھ، تھوڑا سا پانی وغیرہ

۵۔ صفت اشاری: وہ صفت ہے جس سے اسم موصوف کی طرف اشارہ پایا جائے۔ جیسے: یہ۔ وہ وغیرہ

فعل

وہ کلمہ ہے۔ جس سے کسی کام کا کرنا یا ہونا پایا جاتا ہے اور اس میں زمانہ بھی پایا جائے۔ جیسے: کھایا۔ کھاتا ہے اور کھائے گا وغیرہ

فعل کی قسمیں

فعل کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔ فعل لازم:

وہ فعل ہے جس کے معنی فاعل کے ساتھ مل کر پورے ہو جائیں۔ جیسے: نعیم آیا۔ عادل گیا۔

۲۔ فعل متعدی:

وہ فعل ہے جو اپنے معنی پورے کرنے کیلئے فاعل کے علاوہ مفعول کا بھی محتاج ہو۔ جیسے: کہکشاں نے خط لکھا۔ گلفشاں نے کھانا کھایا وغیرہ

۳۔ فعل ناقص:

وہ فعل ہے جو کسی پر اثر نہ ڈالے۔ بلکہ کسی اثر کو ثابت کرے۔ جیسے: گوپال شریر ہے۔

بناوٹ کے اعتبار سے فعل کی قسمیں

ا۔ ماضی:

وہ فعل ہے جسمیں گذرا ہوا زمانہ پایا جائے۔ جیسے: کھایا تھا۔ گیا تھا وغیرہ

۲۔ حال: وہ فعل ہے جس میں موجودہ زمانہ پایا جائے: جیسے کھاتا ہے۔ جاتا ہے۔

۳۔ مستقبل:

وہ فعل ہے جس میں آنے والا زمانہ پایا جائے۔ جیسے: کھائے گا۔ جائے گا وغیرہ

۴۔ مضارع:

وہ فعل ہے جسمیں حال و مستقبل دونوں زمانے پائے جائیں۔ جیسے: لکھے۔ کھائے وغیرہ

۵۔ امر:

جس میں زمانہ مستقبل اور حکم پایا جائے۔ جیسے: کھاؤ۔ جاؤ وغیرہ

۶۔ نہی:

وہ فعل ہے۔ جس میں زمانہ مستقبل اور ممانعت پائی جائے۔ مت کھاؤ۔ مت جاؤ۔

حرف

وہ کلمہ ہے۔ جس کے تنہا کچھ معنی نہ ہوں لیکن دوسرے لفظ کے ساتھ معنی سمجھ میں آئیں۔ جیسے: پر۔ تک۔ کو۔ کے وغیرہ

حرف کی قسمیں

حرف کی آٹھ قسمیں ہیں۔

ا۔حرف ربط یا حرف جار

وہ حرف ہے جو اسموں کو اسموں اور اسموں کو فعلوں سے ملاتا ہے جیسے کا۔ کی۔ کے۔ نے۔ کو۔ سے۔ تک وغیرہ

۲۔حرف عطف

وہ حرف ہے جو دو کلموں یا دو جملوں کو ملا کر ایک بات میں شامل کر دے۔ جیسے: "و"۔ کہ۔ نہ۔ لیکن۔ مگر۔ جب وغیرہ

۳۔حرف فجائیہ

وہ حرف ہے جو رنج، غم، خوشی، تعجب اور جذبات کی شدت میں بے اختیار زبان سے نکل پڑے۔ جیسے: ارے، او، ہائے، ہائے رے، سبحان اللہ وغیرہ

۴۔حرف ندا

وہ حرف ہے جو کسی کو مخاطب کرنے یا آواز دینے کیلئے بولا جائے۔جیسے:او،اے وغیرہ

۵۔حرف ربط

وہ حرف ہے جو اضافت کی جگہ استعمال کیا جائے جو تعلق پیدا کرے۔

جیسے:کا۔کی۔کے وغیرہ

۶۔حرف شرط یا جزا

وہ حرف جن سے شرط یا بدلہ ظاہر ہو جیسے اگر تم نے محنت کی تو تم کامیاب ہو جاؤ گے میں ''اگر'' حرف شرط یا جزا ہے۔

۷۔حرف علّت یا سبب

وہ حرف ہے جس سے سبب یا علّت ظاہر ہو جیسے: چونکہ، کیونکہ وغیرہ

۸۔حرف استثنا

وہ حرف ہے جو الگ کرنے کیلئے بولا جائے۔جیسے: اسکے علاوہ سب لڑکے آئے وہ حاضر ہوتا مگر الہ آباد چلا گیا۔میں ''علاوہ'' اور ''مگر'' حرف استثنا ہیں

علمِ نحو

وہ علم ہے جو جملوں کے قاعدوں سے تعلق رکھتا ہو۔ اسے علم نحو کہتے ہیں۔

جملہ

الفاظ کے اس مجموعے کو جملہ کہتے ہیں۔ جس سے پوری بات سمجھ میں آئے۔ جیسے: عادل دہلی گیا۔ نعیم نے کھانا کھایا وغیرہ

جملہ کے حصّے

جملہ کے دو حصے ہوتے ہیں۔

ا۔ مسند الیہ:

جملے کا وہ حصّہ جس کے بارے میں بات کہی جائے۔ جیسے: ظفر نگلی سے آیا۔ ثاقب نے کھانا کھایا۔ میں ''ظفر'' اور ''ثاقب'' مسند الیہ ہیں۔

۲۔ مسند:

جملے کا وہ حصہ جو کسی کے بارے میں کہا جائے۔ جیسے: اوپر کے جملوں میں نگلی سے آیا اور کھانا کھایا۔ مسند ہیں۔

جملے کی اقسام

جملے تین قسم کے ہوتے ہیں۔

۱۔ جملہ اسمیہ: وہ جملہ ہے جو دو اسموں سے ملکر بنے ان میں سے ایک کو مبتدا اور دوسرے کو خبر کہتے ہیں۔ جیسے: محمد حسّان ماسٹر ہے۔

۲۔ جملہ فعلیہ:

اس جملے کو کہتے ہیں۔ جسمیں مسندالیہ اور مسند دونوں فعل ہوں۔

جیسے: لالٹین جلتی ہے۔

۳۔ مرکب:

وہ جملہ ہے جو دو یا دو سے زیادہ جملوں سے ملکر بنے۔ جیسے: ضوبی آئی اور ادیبہ گئی۔

زبان اردو

دنیا کی ساری زبانیں دو حصوں میں منقسم ہوتی ہے۔ نظم اور نثر۔ اسی طرح اردو کے بھی دو حصے ہیں ا۔ اردو نظم ۲۔ اردو نثر

اصنافِ نظم

نظم ہمیں مندرجہ ذیل شکلوں میں ملتی ہے۔

ا۔ شعر:

وہ موزوں کلام ہے جو جذبات کو متحرک کرتا ہے اور سنکر دل کو متاثر کرتا ہے۔ شعر کہلاتا ہے۔

۲۔ غزل:

غزل اردو اور فارسی کی مقبول ترین صنف رہی ہے۔ اور آج بھی مقبول خاص وعام ہے۔ اسی لئے غزل کو اردو شاعری کی آبرو کہا گیا ہے۔ کچھ کے نزدیک غزل مخرب اخلاق ٹھہرائی گئی۔ مگر اس سے غزل کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی۔

غزل کے لغوی معنی عورتوں سے باتیں کرنے کے ہیں۔ ادب میں غزل ان اشعار کا مجموعہ ہے جو ہم ردیف اور ہم قافیہ ہوں۔ غزل میں ہر قسم کے مضامین نظم کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن حسن وعشق کے واقعیات خاص

طور پر بیان کیئے جاتے ہیں۔غزل کا ہر شعر جداگانہ مضمون کا ہوتا ہے،غزل میں اشعار کی تعداد متعین نہیں ہوتی۔

ہیئت کے اعتبار سے غزل کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے۔جس کے دونوں مصرعے ہم ردیف اور ہم قافیہ ہوتے ہیں۔غزل کے سارے اشعار ہم ردیف وہم قافیہ ہوتے ہیں۔اس کا آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔اس میں شاعر اپنا تخلص پیش کرتا ہے۔میر غالب درد جگر وغیرہ غزل کے بہترین شاعر ہیں۔موجودہ دور میں بھی غزلیں کہی جارہی ہیں غزل گو شعراء کی تعداد بے شمار ہے۔

۳۔قصیدہ:

قصیدہ بھی فارسی سے اردو میں آیا۔عربی میں بھی قصائد ملتے ہیں۔قصیدہ کے لغوی معنی مغز یا گودے کے ہیں۔ادب میں قصیدہ ایسی صنف کو کہتے ہیں جس میں کسی امیر،نواب یا بادشاہ یا ولی اللہ کی تعریف بیان کی جائے۔غزل کی طرح اس کا پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے۔اس کے دونوں مصرعے ہم ردیف اور ہم قافیہ ہوتے ہیں۔سارے اشعار کا ہم ردیف اور ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ایک قصیدے میں ایک سے زیادہ بھی مطلع ہوسکتے ہیں۔لیکن وہ مطلع ثانی کہلاتے ہیں۔آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔اس میں شاعر اپنا تخلص پیش کرتا ہے۔قصیدہ ادب کی سب سے مشکل

صنف ہے۔ کیونکہ قصیدہ طویل ہوتا ہے۔ اس لئے شاعر ردیف و قافیہ کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ الفاظ بھی پر شکوہ استعمال کرنے ہوتے ہیں۔ قصیدے تین طرح کے ہوتے ہیں۔

(الف) مدحیہ قصیدہ

جس قصیدہ میں کسی بادشاہ، نواب یا حاکم وقت کی تعریف کی جائے اسے مدحیہ قصیدہ کہتے ہیں اس میں شاعر تعریف کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتا ہے اور خوشامد بھی زیادہ پائی جاتی ہے کیونکہ شاعر سمجھتا ہے کہ جتنی تعریف کروں گا اتنا ہی زیادہ انعام ملے گا۔

(ب) ہجویہ قصیدہ

جس میں کسی کی برائی یا تذلیل بیان کی جائے اسے ہجویہ قصیدہ کہتے ہیں۔

(ج) منقبتیہ قصیدہ

جس میں کسی پیغمبر، ولی اللہ یا بزرگان دین کی تعریف بیاں کی جائے اسے منقبتیہ قصیدہ کہتے ہیں۔

قصیدے کے چار اجزاء ہوتے ہیں۔

(الف) تمہید یا تشبیب

یہ قصیدے کا پہلا حصہ ہے۔ جو کسی بہاریہ مضمون سے شروع کیا

جاتا ہے۔

(ب) گریز

گریز کے لغوی معنی بھاگنے کے ہیں۔ قصیدے میں ان اشعار کو گریز کہتے ہیں جب شاعر تمہید سے ہٹ کر مدح کی طرف آتا ہے۔ گریز جتنی چھپی ہوئی ہوتی ہے اتنی عمدہ مانی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ معلوم نہ ہو کہ کب تمہید سے ہٹ کر شاعر مدح کی طرف آ گیا۔ بلکہ ایسا معلوم ہو کہ جیسے بات میں بات پیدا ہو گئی ہے۔

(ج) مدح

یہ قصیدے کا خاص حصہ ہے اس میں شاعر اپنے ممدوح کی دل کھول کر تعریف کرتا ہے۔ اس میں شاعر اکثر مبالغہ سے زیادہ کام لیتا ہے۔

(د) دعا یا خاتمہ

اس میں شاعر اپنے ممدوح کو دعا دیکر اپنے قصیدے کو ختم کرتا ہے اور کبھی کبھی اپنا مدعا بھی پیش کرتا ہے۔

۴۔ رباعی

رباعی لفظ ربع سے بنا ہے۔ ربع کے معنی چار کے ہیں شاعری میں اس صنف کو رباعی کہتے ہیں جس میں چار مصرعے ہوتے ہیں رباعی کا

پہلا دوسرا اور چوتھا مصرعہ ہم ردیف اور ہم قافیہ ہوتے ہیں ۔اور چوتھا مصرعہ حاصل رباعی ہوتا ہے۔رباعی میں ہر قسم کے مضامین نظم کیے جا سکتے ہیں۔

۵۔مثنوی

مثنوی بہت کارآمد صنف ہے۔شاعر کیلئے سہل بھی ہے۔ کیونکہ اس میں ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم ردیف اور ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ غزل اور قصیدے کی طرح شاعر کو ردیف و قافیہ کی تلاش میں سرگرداں اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہوتی۔لیکن اس میں تسلسل کا برقرار رکھنا بہت ضروری ہے۔اگر مثنوی میں تسلسل نہ ہوگا تو مثنوی میں کمی ہوگی اور ناقص سمجھی جائے گی۔اس کی بحر بھی عام طور پر چھوٹی ہوتی ہے۔الفاظ بھی سادہ و سلیس ہوتے ہیں۔اس میں ہر قسم کے مضامین نظم کیے جا سکتے ہیں۔

۶۔قطعہ

قطع کے لغوی معنی ٹکڑے کے ہیں۔شاعری میں قطعہ اس صنف شاعری کو کہتے ہیں جس میں دو یا دو سے زیادہ اشعار ہوں سارے شعر ہم ردیف و قافیہ ہوتے ہیں اس میں بھی ہر طرح کے مضامین نظم کیے جا سکتے ہیں غزل اور قطعہ میں صرف یہ فرق ہے کہ غزل میں مطلع ہوتا ہے اور قطعہ میں مطلع ضروری نہیں۔

۷۔ مسدس

ایسی نظم کو مسدس کہتے ہیں۔ جس کے ہر بند میں چھ مصرعے ہوتے ہیں۔ مسدس دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس میں ہر بند کا چھٹا مصرعہ بند اول کے ہم قافیہ ہو۔ دوسرا وہ کہ ہر بند میں پہلے چار مصرعہ ہم ردیف اور ہم قافیہ ہوتے ہیں اور باقی دو مصرعے اور ردیف قافیہ کے ہوتے ہیں۔

۸۔ مخمس

ایسی نظم کو کہتے ہیں جس میں پانچ مصرعوں کے بند ہوں اور ہر بند کا صرف پانچواں مصرعہ ہم ردیف ہوتا ہے۔

۹۔ مرثیہ

ایسی نظم جس میں کسی کی موت یا شہادت پر رنج و غم کا اظہار کیا جائے اور اس کے اوصاف بیان کیے جائیں۔ ایک مدت تک مرثیے واقعیات کربلا اور حضرت امام حسینؓ اور ان کے عزیز و اقارب و دوست احباب کی شہادت پر لکھے گئے۔ لیکن بعد میں حاکم وقت لیڈر اپنے عزیز و اقارب اور دوست احباب کی موت پر بھی لکھے جانے لگے میدان کربلا کے شہداء کی یاد میں جو مرثیے لکھے گئے ہیں۔ ان کے آٹھ اجزا ہوتے ہیں۔

۱۔ تمہید ۲۔ سراپا ۳۔ رخصت ۴۔ تیاری ۵۔ رجز ۶۔ میدان جنگ ۷۔ مصائب ۸۔ شہادت

۱۰۔ مثلث

ایسی نظم جس کے بند میں تین تین مصرعے ہوں پہلے بند کے تینوں مصرعے اور باقی بندوں کے آخری مصرعے ہم قافیہ ہوں۔

۱۱۔ خمریات

جس میں شراب و ساغر اور مستی و عیش کے مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۲۔ ساقی نامہ

ایسی نظم جس میں عموماً ساقی سے خطاب کیا جاتا ہے اور نغمہ و سرور اور عیش و مستی کے مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔

۱۳۔ شہر آشوب

وہ نظم جس میں کسی فردِ واحد، خاندان، شہر یا کسی ملک کی تباہی و بربادی کے حالات کا ذکر ہو۔

۱۴۔ واسوخت

ایسی نظم جس میں عاشق اپنے محبوب کی بیوفائیوں ظلم وستم اور رقیب کے ساتھ لطف و کرم کی شکایت کرتا ہے۔

۱۵۔ ریختی

یہ صنف لکھنؤ کی دین ہے۔ اب ریختی بالکل نہیں لکھی جاتی۔

کیونکہ اسے مخرب اخلاق قرار دیا گیا اس میں عام طور پر عورتوں کی زبان استعمال کی جاتی تھی۔ مضامین پست اور گندے ہوتے تھے۔

۱۶۔ مسمّط

شاعری میں ایسی صنف کو کہتے ہیں۔ جس میں چند مصرعے ایک ہی وزن اور قافیہ کے جمع کر کے بند اول پورا کیا جاتا ہے اور باقی بند اسی وزن میں لکھے جائیں اور ہر بند کا قافیہ الگ ہو۔

۱۷۔ مربع

جس کے ہر بند میں چار چار مصرعے ہوں۔ پہلے بند کے چاروں مصرعے ہم ردیف اور ہم قافیہ ہوں لیکن پہلے بند کے بعد کے ہر بند میں پہلے تین مصرعے ہم ردیف ہوں اور چوتھا مصرعہ پہلے بند کے ہم قافیہ ہوں۔

۱۸۔ نظم جدید

مضامین اور طرز ادا کے لحاظ سے نظم جدید اور شاعری کی کوئی قسم متعین نہیں ہے۔ اس میں وزن اور ردیف وقافیہ کی پابندی بھی نہیں کی جاتی۔

۱۹۔ ترکیب بند

غزل کے انداز پر مع مطلع کے چند اشعار اور اس کے بعد ایک مطلع دوسرے قافیہ میں کہہ کر اس سے ملحق کر دیتے ہیں۔ اس طرح ایک

بند بنتا ہے پھر دوسرے بند میں دوسری غزل دوسرے قافیہ میں شامل کرتے ہیں اور ہر بند کا یہی انداز ہوتا ہے۔ ہر بند کی گرہ مختلف ہوتی ہے۔اسے ترکیب بند کہتے ہیں۔

۲۰۔ترجیع بند

چنداشعار ہم قافیہ لکھے جاتے ہیں اورایک شعر خاص وزن میں کہا جاتا ہے۔ان سب کوملاکرایک بند بنتا ہے اگرایسے کئی بند ہوں اور ہر بند کے آخر میں ایک ہی خاص شعر دہرایا جائے تواسے ترجیع بند کہتے ہیں۔

قواعد اردو ایک نظر میں
حرف
حرفوں کا مجموعہ
لفظ
جملہ
لفظوں کا مجموعہ جملہ
مہمل
کلمہ
جملہ اسمیہ
جملہ فعلیہ
جملہ مرکب
اسم
ضمیر
صفت
فعل
حرف
لازم
متعدی
ناقص
زمانے کے اعتبار سے فعل کی اقسام
ماضی
حال
مستقبل
مضارع
امر
نہی
اسم معرفہ
اسم نکرہ
اسم جمع
اسم مادہ
اسم کیفیت
متکلم
حاضر مخاطب
غائب
اسم نکرہ
علم
عرف
لقب
خطاب
کنیت
تخلص
اسم ظرف
اسم آلہ
اسم تصغیر
اسم صوت
صفت نسبتی
صفت عددی
صفت مقداری
صفت اشاری
ماضی مطلق
ماضی قریب
ماضی بعید
ماضی استمراری
ماضی شرطی
ماضی احتمالی
حرف جار
حرف عطف
حرف ربط
حرف شرط
حرف علت

اُردُو تحریر، تلفظ اور قواعد

مصنف ایک نظر میں

نام : محمد یامین سنبھلی برکاتی

ولدیت : جناب الحاج علی حسین صاحب مرحوم

تاریخ پیدائش : ۱۰ر جون ۱۹۴۵ء

تعلیم : ایم۔اے۔بی۔ایڈ

پیشہ : درس و تدریس

مشغلہ : تصنیف و تالیف

پتہ : الحاج علی حسین منزل حسینی روڈ
محلّہ نخاسہ سنبھل 244302

شائع شدہ کتب : خزاں کے پھول اور گلشن افسانوی مجموعے

زیرِ طبع مسودات : ”میری کہانی قلم کی زبانی“ (خودنوشت)
صدائے دل (مقالات)

موبائل : 9368839980

URDU TAHREER TALAFFUZ AUR QAWAID

By: (Haji) Master Mohammad Yamin Sambhali Barkati

Al-Haj Ali Husain Manzil Husaini Road Nakhasa Sambhal 244302